اسلامی

انسائیکلوپیڈیا

ناشر

جدید پریس، بیگم پور، پٹنہ سیٹی

جلد | جولائی سنہ ۱۹۴۰ء | نمبر ۱

چندہ سالانہ تین روپیہ | ہر دو ماہ پر شائع ہوتا ہے قیمت فی نمبر ۸/

فہرست مضامین

مندرجہ فہرست تمام مضامین کا ترجمہ اور اضافہ اس کے مدیر محمد عبد المقیت نیموی نے کیا ہے۔
صرف پانچ مضامین یعنی "آب" یا "اٰب" نمبر ۳ صفحہ ۱۶ "آبازہ" نمبر ۱۶ صفحہ ۱۹ "ابجد" نمبر ۴۵ صفحہ ۳۴ ابخاز نمبر ۴۹ صفحہ ۴۰ ابراہیم بن احمد ابو اسحٰق نمبر ۶۵ صفحہ ۷۰ کا ترجمہ ہمارے دوست مولوی سید رشید احمد جالندھری ثم الدہلوی (مولوی فاضل و منشی فاضل) نے کیا ہے۔ اور ان پانچ "مصادر" کا ترجمہ ادارہ نے کیا ہے

مدیر

لہ مضمون کے نمبروں میں سہواً نمبر ۳۱ کے بعد نمبر ۳۳ آگیا ہے۔ اور نمبر ۳۲ چھوٹ گیا ہے فہرست میں سلسلہ نمبر درست رکھنے کے لیے نمبر ۳۲ دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

انسائیکلوپیڈیا: —— جس کو عربی میں "دائرۃ المعارف" اور "معلمہ" کہتے ہیں، ایک جامع اور احصائی کتاب ہوتی ہے، جسمیں علوم و فنون، اور مختلف معلومات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ، ایک خاص ترتیب کیساتھ درج ہوتا ہے۔ جب علوم و فنون کا دائرہ اتنا وسیع ہوجاتا ہے کہ اصحاب علم کو استقصار و نظر مشکل ہوجاتا ہے تو اس وقت ایک ایسی تالیف کی ضرورت پڑتی ہے جو ان وسیع دائروں کو سمیٹ لے، اور مختلف مواضیع کو ایک خاص سلسلے میں بیان کرے، تاکہ بیک نظر آسانی کیساتھ تھوڑی سی مدت میں مطلوبہ مضامین پر عبور حاصل کیا جاسکے۔ عمومی انسائیکلوپیڈیا کے علاوہ مخصوص شعبوں پر بھی انسائیکلوپیڈیا تیار کی جاتی ہے۔

اس قسم کی احصائی اور جامع سلسلۂ تالیف کی ترتیب و تدوین، اور ایجاد کا فخر گذشتہ مسلمان فضلا کو حاصل ہے۔ مسلمانوں ہی نے اپنے عہد ارتقاء میں اس کی ابتدا کی اور اسے کمال تک پہونچایا۔

فارابی کی احصاء العلوم، خوارزمی کی مفاتیح العلوم، طاشکبری زادہ کی مفتاح السعادۃ، اور احمد تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون، خصوصًا نویری کی نہایۃ الارب، انسائیکلوپیڈیا کی بنیادی اور ترقی یافتہ کتابیں ہیں، یورپ نے مسلمانوں ہی سے اس مفید طرز تالیف کو اخذ کیا۔ اور اپنی مخصوص علمی جد و جہد اور سعی و کوشش سے اس کو بیحد ترقی دی۔ پہلے ایک متبحر فاضل اٹھتا تھا، اور وہ اپنی وسیع معلومات کی بنا پر اسکو ترتیب دیتا تھا، لیکن اب یہ اہم علمی کام فضلا اور ماہرین خصوصی کی ایک

پوری جماعت اپنی متحدہ کوششوں سے انجام دیتی ہے، اس طرح تقسیم کار، اور تجزیۂ فنون کی وجہ سے تحقیق مباحث، وسعت مضامین اور ضبط و احاطۂ علوم و فنون میں یہ اجتماعی جد و جہد، انفرادی کوششوں سے زیادہ جامع اور وسیع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عہد حاضر میں سائنس کی گوناگوں ترقیوں سے دنیا کے مختلف ذرائع معلومات اور وسائل سفر بعید آسان ہوگئے ہیں، اور مطبوعات و رسل و رسائل کی آسانیوں نے دنیا کے تمام گوشوں کے معلومات کو سمیٹ لیا ہے، اس لئے معلومات کا دائرہ وسیع ہونے کی وجہ سے مضامین و مقالات کا دائرۂ بحث و نظر بھی بہت وسیع ہو گیا ہے۔

یہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا جس کے مقالات و مباحث، اسلامیات سے مخصوص ہیں، اور جس کے سلسلہ کا پہلا نمبر اسوقت آپ کے پیش نظر ہے، مباحث اسلامیہ میں علمی حیثیت سے نہایت ہی بلند درجہ رکھتی ہے، جس میں جدید و قدیم معلومات باہم ملے ہوئے ہیں۔

فضلاء مستشرقین کی ایک بہت بڑی جماعت نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ——— ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM کے نام سے یورپ کی مشہور تین علمی زبانوں، جرمن، فرنچ اور انگریزی میں اسلام کی نہایت ہی اہم انسائیکلوپیڈیا، مدتوں کی سعی و کوشش، اور سخت محنتوں کے بعد ترتیب دی ہے جو حال ہی میں تکمیل کو پہونچی ہے۔

یہ انسائیکلوپیڈیا، درحقیقت مستشرقین یورپ کے وسیع ذوق علم، اور تلاش و جستجو کا عظیم الشان علمی کارنامہ ہے، اس کے اڈیٹر یورپ کے بلند مرتبہ فضلاء رہے ہیں، اڈیٹروں کے نام یہ ہیں، ہوتسما M.T.H. HOUTSMA، آرنلڈ T.W. ARNOLD، باسٹ R. BASSET، بوئر H. BAUER، گب H.A.R. GIBB، ہارٹمان R. HARTMANN، ہفننگ ——— W. HEFFENING، پرووینسال E. LEVI. PROVENCAL ——— شاڈے A. SCHAADE، ونسنک A. J. WENSINCK۔

اس انسائیکلوپیڈیا کی تحریر و تدوین کا یہ اصول مقرر کیا گیا تھا کہ ہر اڈیٹر

اپنے متعلقہ ممالک کے مضامین، مختلف اصحاب علم سے حاصل کرے اور تمام مضامین کی ذمہ داری اسی اڈیٹر پر ہو جس کے ذریعہ وہ مضامین حاصل ہوئے، مثلاً پروفیسر آرنلڈ کے سپرد' ان اسلامی ممالک کے متعلق مقالات ہوئے جو سلطنت برطانیہ کے ماتحت تھے، صرف مصر کو اس سے علیحدہ کر کے' مصر، سلطنت عثمانیہ، فارس، ایشائے وسطی اور جاوہ وغیرہ کے متعلق مقالات ہوٹسما کے سپرد ہوئے؛ اور پروفیسر باسٹ کے سپرد وہ مقالات ہوئے جو شمالی افریقہ، جزائر، تیونس اور مراکش وغیرہ سے متعلق ہیں۔

اگرچہ اس سے پہلے بھی یورپ میں اسلام کی انسائیکلوپیڈیا موجود تھی، لیکن چونکہ وہ شخص واحد کی سعی و کوشش کا نتیجہ تھی، جو ماہرین علوم کی جماعتی جدوجہد کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اور اسکے علاوہ موجودہ دور کے لحاظ سے اس کے مآخذ و مصادر بھی محدود تھے اس لئے مستشرقین کی کانفرنس میں بار بار ایک ایسی اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب کا مسئلہ زیر بحث آتا رہا جو عام اسلامی علوم و فنون کے مضامین و مباحث پر حاوی ہو چنانچہ ۱۸۹۹ء میں مشہور مستشرق ہوٹسما نے اس قسم کی انسائیکلوپیڈیا کا ڈھانچہ مرتب کرنے کیلئے مستشرقین کو ہالینڈ میں مدعو کیا، اس کے بعد انہوں نے اس کے بعض مقالے بطور نمونہ ہالینڈ سے شائع کئے، جن کو ارباب علم نے پسندیدگی اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا، پھر انہوں نے اس کی طبع و اشاعت کا مسئلہ مختلف ادارہ ہائے علمیہ کے سامنے پیش کیا، جس میں انہیں پوری کامیابی ہوئی، اور ہالینڈ کے مشہور مطبع بریل BRILL نے اس کی طباعت کا بیڑا اٹھایا۔

طباعت کے وقت اس کی زبان کی بحث در پیش آئی، آخر زبردست بحث و تمحیص کے بعد، یہ فیصلہ ہوا کہ بیک وقت تین زبانوں، یعنی جرمن، فرنچ اور انگریزی میں اس کی طباعت شروع کی جائے، چونکہ اس فیصلے سے گوناگوں مشکلات کا اضافہ ہو جاتا تھا اس لئے ہوٹسما کو پہلے مایوسی ہوئی، لیکن پھر انہوں نے ان تینوں زبانوں میں اس کی اشاعت کا مصمم ارادہ کر لیا، اور ہالینڈ کے مشہور مطبع بریل سے اس کی اشاعت ہونے لگی؛ آخر مدتوں کی کوششوں، اور جانکاہ محنتوں کے بعد تکمیل کو پہونچی۔

اس انسائیکلوپیڈیا میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ عام طور سے مقالات و مضامین

کے آخر میں اس کے مآخذ و مصادر بھی بیان کر دیئے گئے ہیں جس سے محققین اور طلبہ علوم کو بحث و استدراک، مطالعہ و تحقیقات اور زیادتی معلومات میں بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔

علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے، مشہور ترکی فاضل اور ادیب، خلیل خالد بے معلم اعلیٰ ادارۂ علوم اسلامیہ، و اسلامی علم الانساب قسطنطنیہ یونیورسٹی کو ایک جوابی مکتوب میں، اسلامی علم الانساب کے متعلق، منجملہ دیگر علمی تجاویز، اور مشوروں کے یہ تحریر فرمایا تھا۔

"تقریباً میں مشورہ دوں گا کہ انسائیکلوپیڈیا آف
اسلام مستقل طور پر پیش نظر رہے، اسمیں آپ کو اسلامی
ممالک مثلاً افغانستان، بلوچستان، کشمیر وغیرہ پر، اور
ان کی نسلی و نسبی خصوصیتوں پر مضمون ملیں گے۔
ہر مضمون کے آخر میں کتب اور مصنفین کا نہایت
کافی مواد فراہم کیا گیا ہے، مثلاً افغانستان پر جو
مضمون ہے اس کے سلسلہ میں تقریباً سو کتابوں کا
ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح الجیریا کے مذہب اور مجالس
کے متعلق ۵۰ ــ ۶۰ کتابوں یا ماخذوں کا ذکر ہے"!

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی علمی بلندی، اور گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے، مصر میں اس کا عربی ترجمہ "دائرۃ المعارف الاسلامیہ" کے نام سے مسلسل ہر دو مہینہ پر ۶۴ صفحات میں شائع ہو رہا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی ضخیم جلدوں کے سبب، اشاعت کا یہ آسان طریقہ اختیار کیا گیا، کیونکہ ایک ہی دفعہ اس کی اشاعت سخت مشکل تھی۔

اگرچہ عربی زبان میں، دو جدید عام انسائیکلوپیڈیا موجود تھی:۔

(۱) دائرۃ المعارف ـــــــ پطرس بستانی۔

(۲) دائرۃ المعارف ـــــــ محمد فرید وجدی۔

مگر پھر بھی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی خاص امتیازی حیثیتوں کی وجہ سے عربی

ہیں اس کے ترجمہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔

عربی ترجمہ کی ضرورت، افادیت، اور اہمیت پر شام و مصر کے جلیل القدر، مشہور فضلا اور علمائے اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار کیا ہے۔

چند اقتباسات ذیل میں ہیں:-

"اس میں کوئی شک نہیں، کہ مسلمانوں کو علمائے اجانب کے ایسے افکار و خیالات سے واقفیت حاصل کرنا، جو اسلامی علوم و آداب اور مذہب سے متعلق ہوں، نہایت مفید ہے"

محمد مصطفےٰ المراغی

(شیخ جامعہ ازہر، مصر)

"یہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، موجودہ دور میں بلاد اسلامیہ اور رجال اسلامی کے حالات میں نہایت جامع ہے، اس میں ایسے عمدہ عمدہ مقالات ہیں، جن کی مثال عربی زبان میں آج تک نہیں ملتی، اسکے علاوہ اسمیں بعض ایسے شہروں، اور لوگوں کے حالات بھی ملتے ہیں، جن کے متعلق، مشرقی عربی میں مآخذ ملنا دشوار ہے"

محمد کرد علی

(رئیس المجمع العلمی العربی، دمشق الشام)

"آپ حضرات انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا ترجمہ کر کے بہت بڑی اسلامی خدمت انجام دے رہے ہیں"

عمر طوسون پاشا

"میرے خیال میں یہ ایک عظیم الشان کام ہے، جس پر

آپ لوگ تعریف وتحسین کے مستحق ہیں، مستشرقین، اور دوسرے غیر اسلامی فضلا کے ان خیالات وافکار کی اطلاع وواقفیت کو، جو مذہب اسلام، اور تہذیب اسلامی سے متعلق ہیں، میں ضروری سمجھتا ہوں "

عبدالمجید اللبان
(شیخ کلیہ اصول الدین)

"انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ترجمہ سے تین ضرورتیں پوری ہوتی ہیں،
ضرورت دینی، ضرورت وطنی، اور ضرورت درسی"

طنطاوی جوہری

"ترجمہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے نافع، یا غیر نافع ہونے میں کسی رائے کی گنجائش ہی نہیں، اس کا نفع تو بالکل ہی بدیہی اور ظاہر ہے"

عبدالقادر مغربی
(وکیل المجمع العلمی العربی)

"اگر مصر کے بلند علمی کارناموں میں، سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوتا تو یہی ایک کارنامہ اس کے لئے کافی ہوتا"

خلیل مردم بک
(رکن المجمع العلمی العربی)

اس عربی ترجمہ میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ترجمہ کے ساتھ اسمیں فضلائے مصر

مثلاً علامہ محمد فرید وجدی، احمد زکی پاشا، عبداللہ العنان، زکی مبارک، ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، ڈاکٹر ابو العلا عفیفی، اور دوسرے فضلا کے حواشی و تعلیقات، اور تنقید و تبصرے بھی شائع ہوتے ہیں، ہمارے سامنے اس عربی دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے اردو ترجمہ کی اشاعت کا مسئلہ بہت دنوں سے تھا۔ لیکن ہندوستان کے عام علمی فقدان ذوق کو دیکھتے ہوئے۔ ایسے وسیع، اور اہم علمی کام کی ابتدا کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔

لیکن پھر ایک عرصے کے غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا کہ اس کے ترجمہ کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اور آسانی کے لئے اس سلسلے کو موقت الشیوع رسائل کی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ اشاعت میں آسانی ہو، اور خریداروں کو بھی خریداری میں دقت محسوس نہ ہو۔ اب اصحاب علم، اور ہمدرداں اردو کو یقیناً بہت مسرت ہوگی کہ اس علمی تجویز و تخیل نے علمی جامہ پہن لیا ہے۔ چنانچہ اس وقت اس کا پہلا نمبر آپ کے سامنے ہے۔

بالفعل ہر نمبر سو صفحات کی ضخامت میں دو مہینے پر شائع ہوا کرے گا۔ چھ نمبروں یعنی چھ سو صفحات کی ایک جلد ہوگی۔ اور آیندہ جیسے ہی حالات مساعد ہونگے فوراً اس کے نمبروں کی اشاعت بجائے دو ماہ کے، ماہانہ کر دی جائیگی۔

اس ترجمہ میں دو ایسی خصوصیتوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے، جو نہ اصل انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ہے اور نہ اس کے عربی ترجمہ "دائرۃ المعارف الاسلامیہ" میں، اور ان وجہوں سے اردو ترجمہ کو ان دونوں پر خاص امتیازی حیثیت حاصل ہے اور اسکی افادی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔

(۱) اردو ترجمہ میں بہت سے اسماء و اعلام، اور اماکن، نیز الفاظ لغویہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے ــــ

جن مضامین کے آخر میں "اض" لکھا ہوا ہو اُسے اردو ترجمہ کا اضافہ سمجھنا چاہیئے "اض" لفظ اضافہ کا مخفف ہے ــ

(۲) نیز اردو ترجمہ میں فضلائے مصر کے حواشی کے علاوہ، بہت سے جدید

تشریحی، اور تنقیدی حواشی بڑھائے گئے ہیں، جن حواشی کے آخر میں لفظ "مترجم" لکھا ہوا ہو اسے اردو مترجم کا جدید اضافہ کردہ حاشیہ متصور کرنا چاہیئے، تمام مصری حواشی کے آخر میں محشیوں کے نام درج ہیں۔

اس کے علاوہ مختلف وقتوں میں اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے ضمیمے بھی شائع ہوتے رہیں گے، جن میں مزید اضافات وزیادات و اصلاحات ہونگے میں اصحاب علم سے درخواست کروں گا کہ وہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے مقالات و مضامین پر محققانہ نظر و مطالعہ فرمائیں، اور اس سلسلے میں اپنی نظر و فکر کے نتائج وتحقیق سے ادارہ کو مطلع فرمائیں، تاکہ اسے بعینہ یا اس کا خلاصہ ضمیمہ میں شائع کیا جا سکے۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت سے اردو ادب میں اسلامیات سے متعلق، ایک نئے سلسلۂ علوم و معارف، اور جدید فکر و تحقیق کا دروازہ کھلتا ہے اسکی اشاعت سے اردو زبان میں، اسلامی تہذیب و تمدن اسلامی آثار و اماکن، اسلامی علوم و فنون، اسلامی سیرت و تاریخ اور اسلامیات سے متعلق دیگر معلومات کا ایک عظیم الشان، اور بیش بہا ذخیرہ اردو میں آجائے گا۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا علمی حیثیت سے جتنی اہمیت رکھتی ہے اسی قدر اس کی اشاعت گوناگوں مشکلات سے لبریز ہے جو لوگ اس قسم کی اہم علمی دشواریوں، اور مشکلات سے آگاہ ہیں وہی اس کی اشاعت کی دقتوں، اور جانکاہیوں کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں غور کرنا چاہیئے کہ کتنی کم قیمت میں، اور کس آسان طریقے پر اسلامی انسائیکلوپیڈیا کا سلسلہ، اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اب صحیح احساس علم و ادب کا منشا یہ ہے کہ لوگ خود خریدار بنیں، اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں دوسرے اصحاب ذوق کو خریدار بنائیں، اور اس طرح اس کی وسیع اشاعت میں حصہ لے کر ناشر کا ہاتھ بٹائیں، اور اپنے صحیح ذوق علم و ادب کا ثبوت دیں۔

بعض اشارے

جن کا استعمال اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں ہوا ہے

"اض" اضافہ کا مخفف ہے، یہ لفظ اکثر مضامین کے آخر میں ملے گا اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے یہ مضمون نہیں تھا، اور اب اردو ترجمہ میں بڑھایا گیا ہے۔

مترجم یہ لفظ اکثر حواشی کے آخر میں ملے گا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ جدید حاشیہ اردو مترجم کا لکھا ہوا ہے۔

ف فارسی۔

ز زنداوستا۔

ج جلد۔

ص صفحہ۔

س سطر۔

محمد عبدالمقیت نیموی

۲۵ رجون سنہ ۱۹۴۰ء

اسلامی

اِنسائیکلوپیڈیا

جلد ۱ ——————— نمبر ۱

جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

ناشر

جدید پریس، بیگم پور، پٹنہ سیٹی

باب الالف

ا

عربی حروف تہجی کا پہلا حرف، اور حساب جمل میں ایک عدد کے برابر ہوتا ہے چونکہ عرب اس کے اصل نام سے ناواقف تھے اس لئے انہوں نے اس کے اشتقاق کی عجیب و غریب توجیہیں کیں انہوں نے کہا کہ الف کا نام الف اس لئے رکھا گیا کہ وہ تمام حروف کو ملاتا ہے (لسان العرب ج ۱۰ ص ۳۱۰، س ۱۱)

ابجدیات سامیہ کے مطابق، جو صرف حروف صامتہ ہی سے مرکب ہوتے ہیں،

الف سے مراد ہم اس حرف مجہورہ کو سمجھتے ہیں جو بلند آواز سے، اقصائے حلق سے نکلتا ہے اور جسکو بنو تمیم ایک قوی آواز کے ساتھ ادا کرتے ہیں، جو بالکل حرف عین کے مخرج سے مشابہ ہوتا ہے (مثلاً وہ لوگ اُن کو عن کی آواز سے ادا کرتے ہیں) اور اسی وجہ سے اس کو بنو تمیم کی زبان میں عنعنہ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن لغویین عرب غلطی سے ؎ امتداد فتحہ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے الف کو اس کی علامت قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ امتداد حرف الف کے مغائر ہے لغویین عرب اپنی غلطی میں اتنا تجاوز کر گئے کہ انہوں نے الف کی اس حالت کے لئے ایک خاص مخرج مقرر کر لیا ؎ اور اس الف کو جو حرکت قبول نہیں کرتا۔

؎ یہاں پر مقالہ نگار عربی لغویوں کی غلطی بتلانا چاہتا ہے کہ ان لوگوں نے الف کو حرف شمار کیا ہے، حالانکہ اس کو بجائے حرف شمار کرنے کے حرکت میں داخل کرنا چاہئے۔

مقالہ نگار کی غلط فہمی، افرنجی حروف تہجی کے قیاس پر ہوئی ہے افرنجی حروف تہجی دو قسموں میں منقسم ہیں ؛ حرف CONSONANTS اور حرکات

"الف لین" یا "ساکن" کہنے لگے، اور حقیقی
الف صائتہ کو الف متحرک ؛

الف کی یہ دوسری قسم چونکہ ہمیشہ ہمزہ
(ء) کی شکل میں لکھی جاتی ہے اس لئے
اس کو الف مہموزہ، یا بطور تخفیف ہمزہ کہتے
ہیں۔

الف اور ہمزہ کے درمیان اس
مذکورہ بالا تفریق و تمیز پر جس کی نظری
بحث عربی علم اللسان کی کتابوں میں
ہے اہل عرب کوئی دلیل نہ لا سکے۔

لیکن عملی طور پر الف کا اکثر استعمال
حرف صائت پر دلالت کرنیکے سبب،
عام معنی میں کیا جاتا ہے۔

الف حرف تعریف[سلہ]، الف اذان

فعل ۷ سے ۱۰ تک، اور بعض اسماء
کا الف جیسے (اسم اور امرأ) ان الفوں کا
تلفظ ماقبل سے اتصال کی صورت میں
نہیں ہوتا ہے۔

(زمخشری: المفصل ص ۱۶۹،
س ۲، اور اس کے بعد)

اسی وجہ سے الف قطع کے مقابلہ میں
الف وصل نام رکھا گیا۔

چونکہ ہمزہ کا تلفظ بوجہ حرف حلقی مجہورہ
مشکل تھا خصوصاً نہایت مقطع میں اس لئے
بوقت تلفظ اسکی آواز کو ہلکا کرنا ضروری ہوا
عرب اس تخفیف ہمزہ کو تین
قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) ابدال ہمزہ، ہمزہ کو "واؤ" "یا" سے
بدل دینا۔

(۲) بین بین، ہمزہ کی آواز کو بالکل قریب
قریب نکالنا[سلہ]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱)
VOWELS یعنی (A،E،I،O،U)
اس لئے اس کے خیال میں، الف ساکنہ کا شمار حرف صائت
یا حروف متحرک یا VOWEL میں ہونا چاہیئے۔
عربوں نے الف کو حرف شمار کیا ہے کیونکہ انکی خصوصی
اصطلاح و تقسیم افرنجی اصطلاح و تقسیم سے علحدہ ہے۔
انہوں نے الف ساکنہ کو حروف میں شمار کرکے پھر اس کا
استعمال امتداد فتحہ کے لئے کیا جسطرح واؤ ساکنہ کو
امتداد ضمہ اور یاء ساکنہ کو امتداد کسرہ کے لئے۔
(ابراہیم مصطفیٰ)

سلہ الرجل۔ (مترجم)

سلہ یعنی ہمزہ کو، درمیان ہمزہ اور درمیان اس
حرف کے جو موافق حرکت ہمزہ یا ماقبل ہمزہ ہو
پڑھنا۔ (مترجم)

سلہ مقالہ نگار کے خیال میں اسجگہ تخفیف ہمزہ سے
مراد، ہمزہ کو ہمزہ، اور واؤ یا ہمزہ اور یاء کے بین بین بنا دینا ہے
اور علماء قرأت کے نزدیک ائمی حالت میں ہمزہ کو ہاء سے
بدل دیا جاتا ہے۔ (ابراہیم مصطفیٰ)

(۳) ہمزہ کو ساقط کردینا' یعنی حذف۔ الف مہموزہ کا دو گُنی آواز سے نکالنا یا اس کا ادغام' صرف بعض ہی حالات میں ہوتا ہے جیسے رأش (المفصل ص ۱۹۲' س' ۳-۴)

اور یہ صورت الف ممدودہ میں ممکن نہیں۔ صیغوں کے اختلافات سے الف بھی مختلف حالتوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس لئے عربوں نے ان صورتوں کیلئے اس کے اعمال و وظائف کے مطابق الف کے علحدہ علحدہ نام رکھ لئے ہیں جیسے الف "دواقیہ" یا "فاصلہ" جو بعض فعلی صیغوں مثلاً فعل مذکر غائب کے آخر میں آتا ہے اور سوائے رسم خط کے معنوی طور پر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور الفِ الحاق جو بعض مذکر اور مؤنث اسمار کے آخر میں آتا ہے یہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔

الف مقصورہ جیسے ارطیٰ اور سکریٰ یا الف ممدودہ جیسے قبار اور حمراء۔

جو الف کہ شروع لفظ میں آتا ہے وہ یا تو الف تکسیر[۱] اور تفضیل[۲] ہوگا اور یا الف فاعلہ جس سے مضارع کے صیغہ واحد متکلم کی تشکیل وتکوین[۳] ہوتی ہے۔ اور یا الف عبارت ضروری ہے کہ ہم الف استفہام، الف ندار' الف ندبہ' الف جمع (جیسے جبال) الف تثنیہ' اور الف تانیث کا بھی ذکر کریں؛

یہ باتیں عربی لغات میں ابواب ہمزہ یا الف لینۃ کے شروع میں بیان کی جاتی ہیں اکثر علمار نحو الف کو بھی حرف زائد خیال کرکے اس کا بیان ایک خاص فصل میں کرتے ہیں (جیسا کہ المفصل میں ہے' ص' ۰ ۱' س ۱۰-۱۷)

مآخذ

(۱) لسان العرب ج ۲۰۔ ص' ۳۱۱-۳۱۲

(۲) LANE: LEXICON ص ۱ـ اور اسکے بعد

(۳) G.WEIL: DIE BEHANDLUNG DES HAM-ZA—ALIF(ZEITS_CHR. F.ASSYRIOLOGIE ج ۱۹' ص ۱-۶۳

---

[۱] جو جمع تکسیر کیلئے آتا ہے جیسے اعناق، احکام وغیرہ (مترجم)

[۲] الف تفضیل جیسے اکرم اسمع وغیرہ (مترجم)

[۳] کیونکہ یہ متکلم کے مطالب کی تعبیر کرتا ہو جیسے أنا افعل کذا اور انا استغفر اللہ اس الف کو عاملہ بھی کہتے ہیں۔ (مترجم)

(۴) WRIGHT: COMP. GRAMMAR. ۱۷۲، ۲۴۳

(۵) ZIMMERN. VERGL GRAMMATIK. CH ۴ §

(۶) LINDBERG: VERGL. GRAMMATIK. ص ۱ — ۱۸ —

(ویل — WEIL)

۲ — آب

(ف۔ ز۔ آبہم) پانی، مجازاً، روشنی، چمک، قیمت، مشابہت، نہر، یہ لفظ اکثر جغرافی اسما کیساتھ اسکے اول یا آخر میں آتا ہے (اس کلمہ کو (کلمہ "ماء" کے ساتھ ملاؤ)

"آب حیات"[۱] یعنی ایسے چشمہ کا پانی جس کے پینے سے ہمیشہ زندگی رہے۔ (دیکھو

BARBIER DE MEYNARD BOUSTAN.

ص، ۲۷۲، تعلیق نمبر ۲)

"آب انبار" حوض، پانی کا خزانہ جس میں ہمیشہ میٹھا پانی رکھا جائے۔

J. DIEULAFOY. PERSE — ص، ۱۰۰

"آب دار" پانی پلانے والا نوکر — وہ ملازم جو اسیروں کیلئے غسل یا پینے کا پانی مہیا رکھتا ہے۔

(J. DIEULAFOY، اسکی کتاب مذکور ص ۱۴۹)

CH. SCHEFER، سیاست نامہ، ص، ۱۴۲، تعلیق نمبر ۱)[۲]

(کی ہیوار — CI. HUART.

۳۔ آب یا اَب

عبرانی جنتری میں گیارھواں مہینہ ہے اور سریانی جنتری میں پانچواں مہینہ ہے ۰۰۰ الخ آب کا مہینہ سریانی اور رومن اصطلاح میں ترکوں کے مالی سال کے چھٹے مہینے اگست کے مطابق ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ جولین جنتری کے ماہ اگست کے مطابق ہے۔ (دیکھو "تاریخ")

(ای مالر. E. MAHLER

۴ — اَبّ

بمعنی لغوی 'باپ' ۔ ہر وہ شخص جو کسی چیز

---

[۱] "آب حیات" شعرا کی اصطلاح میں شستہ و پاک و صاف کلام۔ (مترجم)

[۲] آب جو" چشمہ۔ "آب باز" غوطہ خور تیراک" آب اندام" نازک بدن "آب آتشیں" شراب تند۔ اس کے علاوہ لفظ آب بکثرت الفاظ کے ساتھ مرکب ہو کر آتا ہے۔ لغات فارسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے (مترجم)

میں دوسروں پر امتیازی فوقیت رکھتا ہو
یا اس میں اس کی توجہ بہت بڑھی ہوئی ہو یا اس کی
ایجاد و اصلاح و ظہور کا باعث ہو، تو مجازاً اس
شخص کو اس چیز کا اَب (باپ) کہتے ہیں عربی
میں "اَب" کا اطلاق چچا پر بھی ہوتا ہے جیسے اُم
(ماں) کا اطلاق خالہ پر ہوتا ہے۔ اور کبھی جد پر
بھی اَب کا اطلاق ہوتا ہے اگرچہ جد جتنا بھی
اوپر ہو بولتے ہیں "آدم ابونا"
(دائرۃ المعارف بستانی) (اض)

۵- اَبّ

یمن کا ایک قصبہ، ابو محمد عبد اللہ بن الحسن
ابن الفیاض الہاشمی اسی طرف منسوب ہیں
(یاقوت: معجم البلدان ص ۷۸) (اض)

۶- إِبّ

یمن کا ایک گاؤں۔
(یاقوت: معجم البلدان ص ۷۸) (اض)

۷- ابابیل

ایک چڑیا کا نام، قرآن مجید میں ہے:۔
وارسل علیہم طیرا ابابیل ترمیہم بحجارۃ
من سجیل

۸- اباحۃ

جائز کرنا۔ مباح کرنا۔ ممنوع کا برعکس۔ (صراح)
(اض)

۹- اباحیہ

بناوٹی صوفیوں کا ایک فرقہ، جس کا گمان
(فاسد) ہے کہ انسان گناہوں سے اجتناب
اور اچھی باتوں کے کرنے پر قادر نہیں،
اور اس دنیا میں کوئی چیز کسی کی ملکیت نہیں
تمام لوگ مال و دولت اور عورت میں مشترک
ہیں۔ (دائرۃ المعارف بستانی)
(اض)

۱۰- آباد

(ف۔ پہلوی آپاتان، اور فرض کر لیا گیا ہے
کہ یہ آ- پا تھ سے ماخوذ ہے): یہ ایک
فارسی صفت ہے جب زمین کے کسی حصے کے
متعلق بولا جاتا ہے تو اس وقت اس کے معنی
معمور اور بھرے ہوئے کے ہوتے ہیں، پھر سرسبز
اور شاداب کے معنی میں مستعمل ہوا یعنی
صحرا کا عکس، اس کے بعد اس کا استعمال موصوف
کی صورت میں ہونے لگا اور بکثرت مقامات
کے ناموں کے ساتھ مرکب ہو کر آنے لگا
جیسے رکناباد، مقامات کے علاوہ شہروں کے

ناموں سے یہ ملک خصوصاً ہندوستانی شہروں کے اسمار کے ساتھ بکثرت آتا ہے جیسے احمد آباد اور حیدر آباد وغیرہ۔

(کی۔ ہیوار — CI.HUART)

۱۱۔ "آبادہ" یا "آباذہ"

ملک فارس کا ایک شہر، اصطخر سے اصفہان تک جو راہ گئی ہے یہ اسی پر واقع ہے، قرون وسطی کے مشرقی کتابات میں اس کا ذکر آتا ہے (دیکھو G.LESTRANGE: THE LANDS OF THE EASTERN CALIPHATE کمبرج ۱۹۰۵ء ص ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۹۷) آج کل اس کے باشندوں کی تعداد ۵۰۰۰ ہے (دیکھو RECLUS: NOUV GEOGR UNIV. ج ۹، ص ۲۷۰) یہ شہر لکڑی کے نقوش کی صنعت میں مشہور ہے (دیکھو BRUGSCH:REISE DER KGL. PREUSS. GESANDTSCH. NACH PERSIEN لیپزگ ۱۸۶۲ء، ج ۲، ص ۱۲۶، ۲۲۲)

عرب کے جغرافیہ دان، فارس کے ایک اور شہر کا ذکر کرتے ہیں جس کا نام بھی آبادہ ہے

علاقہ بیرم میں صاہک سے اصطخر تک، جو سڑک گئی ہے بحیرہ بختگان کے شمالی کنارے پر وہیں اس کا جائے وقوع بتلاتے ہیں۔

اس کا نام قریۂ عبد الرحمٰن بھی تھا (دیکھو BARBIER DE MEY NARD: DICTION. GEOGR HIST. ET LITT. DE LA PERSE. پیرس ۱۸۶۱ء ص ۷) G.LESRTANGE اس کی کتاب جو ابھی مذکور ہوئی ص ۲۷۹) معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنوبی ابادہ اب موجود نہیں ہے۔

(ام۔ اسٹرک M. STRECK)

۱۲۔ اُبار

یمن میں ایک مقام کا نام۔

(یاقوت: معجم البلدان ص، ۷۱) [اض]

۱۳۔ آبار

(ف) بروزن قاچار جلایا ہوا اسیسہ، حساب اور حساب کا دفتر۔

(برہان۔ وفرہنگ انجمن آرائے ناصری)

آبار (ع) بیر (کنواں) کی جمع۔ نیز واسط کے قصبوں میں سے ایک قصبہ۔ (یاقوت: معجم البلدان ص، ۵۵) (اض)

۱۴۔ اَبارالاعراب

"اجفر" اور "فید" کے درمیان میں ایک مقام، اجفر سے پانچ میل پر۔ (یاقوت: معجم البلدان ص ۵۵)

دیکھو مضمون "اجفر" اور "فید" (ا ض)

۱۵۔ أبارق

کرمان میں ایک مقام کا نام، نیز ابرق کی جمع (یاقوت) معجم البلدان، ص ۱۷) (ا ض)

۱۶۔ آبازہ

ترکی زبان میں قبیلۂ ابخاز کے لوگوں کا نام ہے (دیکھو "ابخاز" کا لفظ) ترکی تاریخ میں یہ کئی اشخاص کا لقب رہا ہے، جو اس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے (ان میں سے مندرجہ ذیل مشہور ہیں)

(۱) آبازہ پاشا۔ یہ شخص مشہور باغی "جانبلاط" کی شکست کے موقع پر قید کر لیا گیا تھا، کیونکہ یہ اس باغی شخص کا خزانچی تھا جب یہ مراد پاشا کے پاس لایا گیا، تو خلیل جنگچری کی سفارش پر اس کی جان بخشی ہوئی جب خلیل قبوداں[۱] پاشا بنایا گیا تو اس نے اس کو ایک جنگی جہاز پر افسر مقرر کر دیا تھا جب خلیل وزیر اعظم بنا تو اس نے آبازہ پاشا کو "مرعش" کی حکومت عطا کی اس کے بعد وہ ارزن الروم (ارض روم) کا حاکم ہو گیا۔ مگر اس کے بعد وہ ینگچریوں کو تباہ کرنے کے درپے ہو گیا۔ اس عرصے میں اس کے علاقے کے لوگوں نے اسکی شکایت کر دی جس پر وہ معطل کر دیا گیا لیکن اس نے باب عالی کے احکام کو ماننے سے انکار کر دیا اور ۱۰۳۲ھ مطابق ۱۶۲۳ء میں اس نے خود محصول وصول کرنا، اور سلطان عثمان ثانی کی موت کا انتقام لینے کی غرض سے لشکر جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس نے انگورہ اور سیواس پر لشکر کشی کی اور بروصہ پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اس کا قلعہ نہیں فتح کر سکا وزیر اعظم حافظ پاشا نے ۱۰۳۳ھ مطابق ۱۶۲۴ء میں قیساریہ کے قریب "قرہ صو" کے پل کے پاس میدان جنگ میں اسے شکست دی، جو طیار پاشا اور ترکمانوں کی غلطی کی وجہ سے ہوئی۔

اس کے بعد آبازہ پاشا نے ارزن الروم (ارض روم) میں پناہ لی، جہاں وہ حاکم بننے میں اس شرط پر کامیاب ہوا کہ وہ ینگچریا کا ایک فوجی دستہ قلعہ میں رکھے۔

۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۵ء میں اس کا شبہ کرتے

---

[۱] قبوداں پاشا، جنگی جہازوں کے افسر یا امیر البحر کو کہتے ہیں۔ (مترجم)

ہوئے کہ اخسکا کے برخلاف مہم، درحقیقت اس کے مقابلہ کیلئے بھیجی گئی ہے اس نے انکشارئین کی ایک بڑی جماعت کو جو فوج میں ملازم تھی قتل کر ڈالا۔ اس کے پرانے آقا، خلیل نے ارزن الروم (ارضِ روم) کا محاصرہ کیا مگر برف باری کی وجہ سے اسے لوٹنا پڑا (۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۷ء میں) آئندہ سال خسرو پاشا بوسنوی جو کہ وزیر اعظم تھا اس نے دوبارہ اس کا محاصرہ کیا۔ دو ہفتہ کے محاصرہ کے بعد اسے مطیع ہونا پڑا، باغی شخص کو معافی دی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ بوسنہ کی حکومت بھی اسے عطا ہوئی۔ لیکن اس نے اپنے ینگیچری دشمنوں کے ساتھ دوبارہ مقابلہ کیا، جس پر وہ پھر معطل کیا گیا۔ وہاں سے وہ بلغاریہ کے دارالخلافہ "بلگریڈ" پہونچا جہاں اس نے شہر کے جنوبی حصے میں ایک پہاڑی پر "آبازہ محل" بنوایا اس کے بعد وہ "ودین" بھیجا گیا جہاں اس نے اس لشکر کی قیادت کی جو ۱۶۳۳ء میں پولینڈ پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ اس عرصے میں اس نے سلطان مراد چہارم کا اعتماد حاصل کر لیا تھا اور جب کہ از سر نو پولینڈ پر حملے کی تیاری ہو رہی تھی اس وقت وہ سلطان موصوف کے ساتھ ادرنہ (اڈریانوپل) تک رہا، لیکن اس کی کامیابی سے لوگوں میں حسد پیدا ہو گیا اور اس کے برخلاف رپورٹیں پہونچنے لگیں، جنہوں نے سلطان موصوف کو اس کے برخلاف بھڑکا دیا، اور اس نے ۲۹ صفر ۱۰۴۴ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۶۳۴ء میں اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔

مآخذ

(۱) مصطفی آفندی: نتائج الوقوعات، ج ۲، ص ۴۸، ۲۸۔

(۲) اولیا آفندی: رحلات ج ۱، ص ۱۱۹، اور اس کے بعد۔

(۳) HAMBHMER-PURGSTALI: GESCH. DES OSMAN. REICHES ج ۴، ص ۵۶۹، ۵۸۲، ج ۵ ص ۲۶، ۸۳، ۱۷۳، ۱، اور اس کے بعد، ۱۸۹، اور اس کے بعد۔

(۴) آبازہ حسن: یہ شخص ایشیائے کوچک کے ترکمانوں کا سپہ سالار بنایا گیا تھا کیونکہ اس نے باغی حیدر اوغلو کو گرفتار کیا تھا جب وہ بلا وجہ برخاست کیا گیا تو وہ بھی باغی ہو گیا۔ اور "جیرنڈ" اور "بولو" کے درمیانی علاقے پر قبضہ کر لیا، مرانا ڈاکو قاطرجی اوغلو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا، مگر اس نے شکست کھائی۔ بعد ازاں آبازہ نے اس

شرط پر اطاعت قبول کی کہ اسے "امیر ترکمان"
بنایا جائے۔ پھر بھی مخالفانہ شکایتوں کی بنا پر
وہ "ہفت برج" میں قید کر دیا گیا اور وہاں سے
وہ اس وقت رہا ہوا جب بھائی (جو اس کا
دوست تھا) شیخ الاسلام کے منصب پر سنہ ۱۰۶۲ھ
مطابق سنہ ۱۶۵۲ء میں سرفراز ہوا۔ اس کے
اس دوست نے اسے "آقری" کا علاقہ عطا کیا۔
جب سلطان محمد چہارم نے البشیر پاشا کو جو
یہ بھی آباز یہ خاندان سے تھا۔ صدر اعظم مقرر
کیا، تو وزیر موصوف نے اسے بلا بھیجا، اور وہ
وزیر موصوف کا اس کے قتل کے زمانہ تک
مخلص رہا۔ ایشیائے کوچک سے آبازہ حسن
اپنے باقی ماندہ لشکر کے ساتھ واپس آیا اور
سنہ ۱۰۶۵ھ مطابق سنہ ۱۶۵۵ء میں "امیر ترکمان"
کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اس وقت وہ
حلب میں رہا لیکن جلد ہی اس نے شام میں
فساد برپا کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے
دیوان نے اسے سلطنت ترکی سے نکالنا
چاہا لیکن سلیمان پاشا نے اسے اپنے منصب
پر برقرار رکھا، اور اسی کے ساتھ ساتھ
دردانیال کی حفاظت بھی اس کے سپرد کی
سنہ ۱۰۶۶ھ مطابق سنہ ۱۶۵۶ء میں وہ دیار بکر کا
حاکم مقرر ہوا لیکن دو برس بعد ہی اس نے
شورش برپا کی اور ایک بڑا لشکر لیکر محمد

کوپریلی کی معزولی کا مطالبہ کیا جو اس وقت
وزیر اعظم تھا۔ اس نے بروصہ پر قبضہ کرنے
کی دھمکی دی۔ اور مرتضی پاشا کو جو اس کے
مقابلے کیلئے بھیجا گیا تھا شکست فاش دی،
یہ لڑائی "الغن" کے قریب ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۶ھ
مطابق ۱۱ دسمبر سنہ ۱۶۵۵ء میں واقع ہوئی، لیکن
جلد ہی وہ دھوکے کے ایک جال میں پھنس
گیا جو اس کے لیے بچھایا گیا تھا۔ وہ "عین تاب"
سے حلب کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اطاعت
کی شرطیں کرے لیکن وہاں وہ دھوکے سے
قتل کر دیا گیا۔

ماخذ

(۱) HAMMER-PURGSTALL:
GESCH DES OSM SAHREICHES
ج ۵ ص ۴۸۱، ۵۶۰، اور اس کے بعد
ص ۵۶۳، ۵۷۵، ۶۳۴، ۶۵۱، ج ۶،
ص ۳۵، اور اس کے بعد، ص ۵۱، اور اس کے
بعد۔

(۳) آبازہ محمد پاشا۔
جب کریمیا کے خان کے ساتھ روس کے
برخلاف سنہ ۱۱۸۳ھ مطابق سنہ ۱۷۶۹ء کی جنگ میں
اسے شامل کیا گیا تو وہ مرعش کا بکلربک ۔

(بابیلر بے ؟) تھا۔ پھر وہ قلعہ بندر کا حاکم بنا اور تیسرا "تورغ"[1] بھی اس کارنامے کے صلہ میں دیا گیا تھا جو اس نے چوکزیم (CHOCZIM) سے محاصرہ اٹھانے کے سلسلے میں انجام دیا تھا جب اسے اس علاقے کی حفاظت سونپی گئی اور اس نے دیکھا کہ ترکی فوج اسے چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی ہے تو وہ بھی بھاگ نکلا۔ پھر اسے طرابفیا کی مدافعت سپرد کی گئی لیکن اس میں بھی ناکام رہا۔ بعد ازاں وہ جنگ کغل میں میمنہ کا سردار بنا جو یکم اگست ۱۷۷۰ء میں رونما ہوئی تھی۔

ترکوں کی شکست کے بعد اس نے "اسماعیل" پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ سلسٹریا کا حاکم ہوا اور جب اس نے وہ رقم خرچ کر دی جو ایسے لشکر جمع کرنے کے لئے دی گئی تھی تو وہ اپنے منصب سے معزول کیا گیا اور قسطنطنیہ جلاوطن کیا گیا۔ کریمیا کی جنگ، اور سلیم گرائی (جرائی) کے بھاگنے کے موقع پر اس نے اپنے چند فوجی دستوں کے ساتھ جنہیں لیکر وہ آیا تھا لڑائی ڈالنے سے انکار کر دیا۔ وہاں سے وہ سینوب گیا جہاں اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ (۱۱۸۵ھ مطابق ۱۷۷۱ء میں یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا)

ماخذ

(۱) HAMMER-PURGSTALL: GESCH-DES OSMAN.REICHES جلد ۸ ص ۳۴۱، ۱۴۸، ۳۶۹، ۳۸۷۔

(۲) دیکھو واصف آفندی کتاب PRECIS HISTORQUE DE LA GUER RE DES TURCS CONTRE LES RUSSES مولفہ P. A. CA USSIN DE PERCEVAL — میں، ص ۲۳، ۳۱، ۷۳، اور اسکے بعد ۹۵، ۱۰۳، ۱۱۱، ۱۴۸، ۱۶۷۔

(کل ہوار — CL.HUART)

۱۷— اُباض

یمامہ کے اطراف میں ایک گاؤں یہاں کھجور کا درخت بہت لمبا ہوتا ہے جس سے زیادہ لمبا درخت نہیں دیکھا گیا اسی مقام پر حضرت خالد بن الولید کی جنگ مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی۔

---

[1] تورغ وہ فوجی تحفہ یا اعزازی نشان جو کسی خاص جنگی کارنامے کے انجام دینے پر ترکی کے فوجی سردار کو ملا کرتا تھا اور اس کے کئی درجے تھے، چنانچہ تیسرے درجے کا تورغ جو زیادہ اعلیٰ تھا بازہ محمد پاشا کو ملا۔ (مترجم)

یاقوت: معجم البلدان ص ۲۷) [اض]

۱۸۔ **اباض**

عبداللہ المری کا باپ، جس کی طرف خارجیوں کا فرقہ اباضیہ منسوب ہے (دائرۃ المعارف بستانی) [اض]

۱۹۔ **اباضیہ**

شمالی افریقہ میں عام طور سے "اُباضیہ" بفتح ہمزہ بولا جاتا ہے۔ یہ لوگ عبداللہ بن اباض کے متبعین ہیں (دیکھو یہ مضمون) "اباضین" کے مقالہ صفحہ ۲۵ میں جو باتیں درج کی گئی ہیں ہم اس پر خصوصاً شمالی افریقہ کے اباضیوں کے متعلق یہاں چند باتوں کا اضافہ کرتے ہیں۔ مروان ثانی کی آخر سلطنت میں اباضیوں کی پہلی شورش (۱۲۹ھ = ۷۴۷ء) میں عبداللہ بن یحیٰ طالب حق اور ابو حمزہ کی زیر قیادت اٹھی اہل حضر موت عبداللہ کی طاقت و قوت کو بہت زبردست سمجھتے تھے اس لئے ابو حمزہ کو جنگ صنعاء کے بعد مکہ بھیجا جس نے اموی حاکم کو قدید میں شکست دی۔ اور مدینہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔

لیکن مروان نے دوسرے سال۔ (۱۳۰ھ = ۷۴۸ء) میں عبدالملک بن عطیہ کو اس کے مقابلہ کیلئے بھیجا، ابو حمزہ مجبور ہو کر وادی قری کی طرف بھاگا اور مکہ جاکر پناہ لی عبدالملک نے ابو حمزہ کا تعاقب کیا اور وہیں سخت مقابلہ کے بعد اس کو پکڑ کر قتل کر دیا اور تھوڑے دنوں کے بعد اباضی خلیفہ، عبداللہ بن یحیٰ کو بھی اسی نتیجے سے دوچار ہونا پڑا۔

شہرستانی (مطبوعہ کیورٹن CURETON ص ۱۰۰) کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اُباض بھی اس شورش میں شریک تھا۔

لیکن یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس سے زیادہ معتبر دوسرے مآخذ کے مطابق اس سے تقریباً نصف صدی پہلے عبدالملک کے ایام سلطنت میں اس کی وفات ہوئی ہے۔

۱۳۴ھ = ۷۵۱ء - ۷۵۲ء میں جلندی کی زیر قیادت عمان میں دوسری شورش برپا ہوئی جسکو عباسی سپہ سالار، خازم بن خزیمہ نے فرو کیا اور اسی وقت سے شمالی افریقہ میں اباضی تحریک کی ابتدا ہوئی، اس تحریک کی نشوونما کے متعلق، معلومات کیلئے دیکھو مقالہ "اباضین" بلاد عرب اور عمان کی زمیں اس تحریک کی اشاعت و دعوت کیلئے بہت موزوں ثابت ہوئی یہاں تک کہ کچھ زمانے کے بعد

یہاں کا وسیع اور اہم مذہب بن گیا۔ (دیکھو مضمون "عمان") پھر اس کی اشاعت زنجبار میں بھی ہونے لگی۔ اسلام میں یہ سنی اور شیعہ سے ایک علیحدہ جماعت ہے۔ اس کے اپنے خاص عقائد اور قوانین مذہب ہیں جو عام طور سے اہل سنت سے ملتے جلتے ہیں، صرف بعض مخصوص مسائل میں اختلاف ہے۔

یہ فرقہ علوم دینیہ کے مآخذ کے لئے قرآن و حدیث کو تسلیم کرتا ہے۔ البتہ قیاس اور اجماع کے بدلے "رائے"، (دیکھو یہ مضمون) کو حجت قرار دیتا ہے اور انہی مسائل سے اس کا خارجی ہونا معلوم ہوتا ہے جس طرح اسکی رائے دربارہ امامت سے جس میں یہ ازارقہ سے کچھ اختلاف رکھتا ہے، معلوم ہوتا ہے۔

ولایت، برائت، اور وقوف کے متعلق اس کے خیالات کی تفصیل میں ہم پڑنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ ان چیزوں میں خود یہ لوگ متحدہ رائے نہیں رکھتے۔

شہرستانی اور بغدادی ۱۰۰ الخ کا بیان ہے کہ اباضیین اول تین یا چار قسموں میں منقسم تھے[1] حفصیہ، حارثیہ، یزیدیہ، اور اصحاب طاعت، جن کی طاعت و عبادت کا مقصد خدا نہیں ہوتا ہے۔ بعد میں اس جماعت کی خصوصاً اسکی شمالی افریقیہ کی تاریخ کے مطالعہ سے، دربارہ "رائے" اس کے دوسرے اختلافات کے ظہور کا پتہ چلتا ہے۔

کتاب الفہرست ص ۱۸۲، اور اس کے بعد میں جماعت کے دینی پیشواؤں کی تالیفات کا ذکر ہے۔

جس میں سے بہت سی باتیں مقالہ اباضیوں میں بیان کر دی گئی ہیں۔

اس جماعت سے متعلقہ معلومات کیلئے اہم مآخذ کشف الغمہ لاخبار الامۃ ہے جسکو ساشو نے (MITTEIL. DES SEMIN. FUR ORIENT. SPRACHEN — قسم ۲، جـ ۱، ص ۱۱ اور اس کے بعد جـ ۲، ص ۴۷، اور اس کے بعد میں) شائع کیا ہے

مآخذ

(۱) المبرد: الکامل (طبع WRIGHT ص ۹۱۵۔

[1] اس کو عبادیہ بھی کہتے ہیں۔ اس کا عقیدہ تھا کہ جب بندہ احکام الٰہی کی پیروی کرے اور اس پیروی سے مقصد خدا نہ ہو تو یہ عبادت و طاعت ہے۔ (مترجم)

(۲) الشہرستانی: الملل والنحل طبع (CURETON) ص ۱۹۰، اور اس کے بعد۔

(۳) البغدادی: الفرق بین الفرق، ص ۸۲، اور اس کے بعد، ص ۲۶۳۔

(۴) ابن حزم: الفصل ج ۴، ص ۱۸۹۔

(۵) WELLHAUSEN: DIE RELIGIOS- POLITISCHE OP POS ITIONSPFAR TEIEN ص ۵۲، اور اس کے بعد۔

(۶) DR. SACHOU: MUHAMMEDANI SCHES ERB RE CHET NACHDER LEHRE DIRIBADITISCHEN ARADER. SIT ZUNGS BERI CHTE. BERL. AKAD. ۱۸۹۴ء اس کا معتد علیہ مختصر البسیوی مطبوعہ زنجبار ۱۸۹۶ء ہے

بقیہ ماخذ اثنائے مضمون میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اور دیکھو BECKER کی کتاب DER ISLAM ج ۲، ص ۴ تعلیق و رسالے ڈی موٹلنسکی۔ (A.DEMOTYLINSKI-

۲۰۔ اباضیین

اس نام کا اطلاق شمالی افریقہ میں خارجیوں کے اس فرقہ پر کیا جاتا ہے جس نے حضرت علیؓ سے اس وقت بغاوت کی تھی جب کہ انہوں نے امیر معاویہ کیساتھ فیصلہ تحکیم (ثالثی) سے انکار کر دیا تھا[1]۔ دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں خارجیوں کا مذہب "اباضیہ" اور "صفریہ" کی شکل میں مغرب میں داخل ہوا اور پھر نہایت تیزی کیساتھ بربر میں پھیل کر وہاں کا قومی مذہب بن گیا جس کو انہوں نے سنی عربوں سے جنگ و جدال کا ذریعہ بنا لیا۔ دوسری صدی ہجری میں طرابلس اور افریقہ کے اباضیوں نے مذہب اباضیہ کے دو مشہور رہنماؤں ابو الخطاب اور ابو حاتم کی زیر قیادت بربر کی شورش میں ایسا زبردست حصہ لیا

[1] جب حضرت علیؓ نے جنگ صفین میں امیر معاویہؓ کی فوجوں کو شکست دی تو اسوقت ان لوگوں نے درخواست کی کہ مسلمان جو کچھ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیں گے ہم تسلیم کریں گے لیکن چونکہ حضرت علیؓ اس تجویز کے اندرونی معاملات کو سمجھتے تھے اسلئے انہوں نے انکار کیا لیکن اسوقت ان کی جماعت کے کچھ لوگ اس انکار سے مخالف ہوگئے اور تحکیم یعنی ثالثی پر حضرت علیؓ کو مجبوراً راضی ہونا پڑا چونکہ ثالثی میں بالکل ہی بے قاعدہ باتیں ہوئیں جس سے ثالثی درحقیقت ثالثی نہیں رہی اس لئے حضرت علیؓ نے اس ثالثی کے مجوزہ فیصلہ کے ماننے سے انکار کر دیا، اس پر بارہ ہزار آدمی ان سے علیحدہ ہوگئے ان کو خوارج محکمہ کہتے ہیں جو معاملہ تحکیم سے تعلق رکھتے ہیں

(مترجم)

تھا کہ خلافت کی بنیادیں ہل گئی تھیں، خاندان
اباضیہ یعنی خاندان رستمیہ نے مدت تک تاہرت
(تاقدمت) میں ۱۳۰ برس سے زیادہ حکومت
کی، جب فاطمیوں کی حکومت مغرب میں قائم
ہوئی تو اسوقت ان لوگوں کی حکومت
تباہ و برباد ہو گئی۔

ابو عبداللہ شیعی نے (۲۹۶ھ = ۹۰۸ -
۹۰۹ء) میں تاہرت کو برباد کر دیا۔ اور اباضیوں
کی جماعتیں صحرائے تونس، جزائر، اور جربہ
میں متفرق طور پر پھیل گئیں، آجکل یہ لوگ
درجلۂ مزاب، جبل نفوسہ، اور جزیرۂ جربہ
میں ملی جلی ٹولیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔
ان لوگوں کی اہم دینی و تاریخی تالیفات ہیں۔

ان کی باہمی متصل جماعتوں میں سخت
جنگ و جدل برپا رہتا ہے لیکن اس کے
باوجود "زنجبار" اور "عمان" میں ان کے آپس
کے دوستانہ تعلقات بہت بہتر ہیں افریقہ
کے اباضی، سیاسی اور دینی حیثیت سے مساوی
طور پر تین فرقوں میں منقسم ہو گئے نکاریہ
خلفیہ۔ نفاثیہ۔ فرقہ نکاریہ کی شورشیں اکثر
کی تاریخ میں اتنی اہم ہیں جن کی اب تک مثال
نہیں ملتی۔

جربہ اور نداغہ (طرابلس) میں ان کی چھوٹی
چھوٹی جماعتیں ہیں اباضیوں کی یہ فطری
عادت ہے کہ وہ اہل سنت پر خروج عن الدین
کا سخت اتہام لگاتے ہیں۔

ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ صرف اباضیوں
ہی کی جماعت نے اسلام کی حقیقی تعلیمات کو
محفوظ اور برقرار رکھا ہے،
اور مسلمانوں کے بہتر فرقوں میں سے
صرف یہی نجات یافتہ ہیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ جماعت
حضرت علیؓ کے معاملہ تحکیم سے مخالف ہو کر
پیدا ہوئی لیکن با ایں ہمہ یہ چاروں خلفاء
راشدین کی شریعت کی قائل ہے۔
اور شیعوں کی طرح بعض خلفا کا انکار نہیں
کرتی۔

البتہ نہایت زور کیساتھ کہتی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا اسوۂ حسنہ
حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ میں تھا اور حضرت
عثمان ان دونوں کے طریقوں پر نہیں چلے
یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے بعض ان اعمال
کو جن کا نام ان لوگوں نے "بدعات عثمانی"
رکھا ہے اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں۔

ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جب مسلمانوں
میں قوت اور علم موجود ہو تو ایک امام
قائم کرنا واجب ہے۔
امام کا قریشی ہونا ضروری نہیں بلکہ فاضل

اور متقی ہونا اور احکام قرآن و سنت کے
مطابق حکم کرنا کافی ہے۔

امام جب قرآن و سنت سے ہٹ جائے
تو اسکو امامت سے علحدہ کر دینا واجب ہے۔

قرآن خدا کا کلام، اور مخلوق ہے۔

خدا کو جنت میں کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے۔

ثواب اور عذاب یہ دونوں آخرت میں ہمیشہ
کیلئے ہیں اور دوزخ کو بھی جنت کی طرح فنا
نہیں۔

خداوند تعالی چھوٹے گناہوں کو معاف
کر دیتا ہے، لیکن کبائر صرف توبہ ہی سے
معاف ہوتے ہیں۔

ہر مسلمان پر جب تک وہ استطاعت رکھے
اچھی باتوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا
واجب ہے۔

مسلمانوں کو اپنی وحدت کا اعتقاد، اور قول و
عمل سے اس کا اظہار ضروری ہے۔

جو شخص قوانین شرعیہ سے علحدہ ہو جائے
تو جب تک وہ توبہ نکرے دینی اخوت سے
نکلا رہتا ہے اور اس سے دشمنوں کا سا
معاملہ کرنا واجب ہے۔

اباضیوں کے یہاں عداوت وحرماں
کی ایک خاص قسم ہے جس کے دینی و تمدنی
نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں۔

جزائر کے اباضی قوانین دینی میں نہایت سخت
ہوتے ہیں خصوصاً مزاب کے قریوں میں جہاں
طلبہ کی گرفت سے بھاگ نکلنا غیر ممکن ہے۔
لیکن تل الجزائر کے شہروں میں، جہاں یہ لوگ
تجارت کیلئے جمع ہوتے ہیں، ان کی دینی عملی
زندگی سست ہوتی ہے مگر عام طور سے ان کے
عقائد کی سختی اور مضبوطی بالکل مسلم ہے اہل
سنت سے یہ لوگ سوائے تجارتی ضرورتوں
کے ملتے جلتے نہیں ہیں۔ اور ان کے ساتھ
بیاہ شادی کے تعلقات بھی بہت ہی کم قائم
کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ان کی جماعت
بیزار ہوتی ہے۔

یہ اجتناب و علحدگی خلوص کی بنا پر ہو، یا
محض دکھلاوا، بہر صورت اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ یہ، اپنے طریق مذہب و اخلاق،
اور میلان طبعی کے لحاظ سے ایک مخصوص
جماعت ہے اور شمالی افریقہ میں، عرب
و بربر سنیوں سے پوری طرح ممتاز ہے۔

ماخذ

(1) R.BASSET: LA ZENATIA DUMZAB DE OUARGLA ET DE L'OUEDRIR.

(۲) R.BASSET:
LES SANCTUAIRES DU DJ-EBEL NEFOUSA

(۳) A.DE MOTYLINSKI:
LES LIVRES DE LA SECTE ABADHITE.

(۴) A.DEMOTYLINSKI:
L'AQIDA DES ABADHITES.
(مجموعہ ابحاث و نصوص جو چودھویں مجلس مستشرقین میں شائع کیے گئے ص ۵۰۹ اور اس کے بعد
(اے۔ ڈی موٹلنسکی-A.DEMOTYLINSKI)

۲۱- ابافی

(دیکھو "میکائیل اُبافی") (الف)

۲۲- اباقا

فارس میں دوسرا مغل (خاں) بادشاہ (۱۲۶۵-۱۲۸۲ء) مغلوں کے ملک میں مارچ ۱۲۳۴ء کو پیدا ہوا اور ۱۲۵۶ء میں اپنے باپ "ہلاکو" (دیکھو یہ مضمون) کے ساتھ فارس آیا۔

اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس کے خاندان کے امرائے سلطنت نے اسکو فارس کا بادشاہ بنایا اور پانچ برس کے بعد قبلای خاں اکبر نے اس کی تائید کی اباقا کو بھی اس جنگ سے جس کی ابتدا اس کے باپ ہلاکو نے ممالیک مصر سے کی تھی، دوچار ہونا پڑا۔ لیکن اس میں اُباقا کو کامیابی نہیں ہوئی،[1]

---

[1] ہلاکو نے بغداد کو تباہ و برباد اور دمشق و سواحل کو فتح کر کے مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے ممالیک بحریہ کے تیسرے بادشاہ، ملک مظفر سیف الدین کو لکھا کہ اپنا ملک بغیر مقابلہ و جنگ حوالہ کر دو ورنہ تمہارا بھی بغداد جیسا حال ہوگا ملک مظفر کو تشویش ہوئی لیکن مصری فوجیں جنہوں نے صلیبیوں کو کھلم کھلا شکستیں دی تھیں، ہلاکو کے مقابلہ کیلئے تیار ہوگئیں چونکہ اسی اثنا میں ہلاکو کے پاس اسکے باپ کے مرنے کی خبر پہونچی اس لئے وہ جنگ کے لئے اپنے نائب امیر کتبغا کو چھوڑ کر چلا گیا ۶۵۸ھ کو مصری اور تاتاری فوجوں میں مقابلہ ہوا تاتاریوں کو سخت شکست ہوئی اور مصریوں کو بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا اور اسکے علاوہ خود کتبغا مارا گیا اور اس کا بیٹا گرفتار ہوا۔ اس کے بعد ملک مظفر نے بیبرس بندقداری کو تاتاریوں کے تعاقب میں بھیجا جس نے تاتاریوں کو پورے ملک شام سے نکال دیا۔ پھر اس کے بعد خود ملک ظاہر بیبرس کے عہد سلطنت میں تاتاریوں نے چند مرتبہ مقابلہ اور حملہ کیا لیکن ہمیشہ شکست پر شکست کھائی ۶۶۸ھ میں اباقا کی زیر قیادت تاتاریوں نے عراق عجم پر حملہ کیا۔

باوجودیکہ قفچاق کے مغلوں نے جو پہلے ممالیک کے حلفا تھے اپنے ابنائے جنس، فارس کے مغلوں کیساتھ اباقا کے ابتدائے سلطنت ہی سے صلح کرلی تھی اور اس سے پہلے ۱۲۶۶ء میں اباقا نے "کورہ" کے پیچھے شمالی غارتگریوں کو روکنے لیئے ایک مضبوط قلعہ تیار کیا تھا ۱۲۷۸ء میں اس کے وزیر شمس الدین نے قبائل قوقاز کو مغلوب کیا اباقا نے مشترک دشمن (ممالیک) کو جنگ میں سخت نقصان پہنچانیکے لئے یورپ کے مسیحیوں سے جو ممالیک مصر کے سخت دشمن تھے دوستانہ علاقے جوڑنے شروع کیے۔

چنانچہ اس کے سفرا ۱۲۷۴ء میں لیوں اور ۱۲۷۷ء میں روما گئے یورپ والوں نے اس تقرب کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اڈورڈ شاہ انگلستان نے ۱۲۷۴ء میں، اور پوپ کلیمنٹ چہارم نے ۱۲۶۷ء میں اور گریگوری دھم نے ۱۲۷۴ء میں اور نیکولا سوم نے ۱۲۷۷ء میں، اباقا سے مراسلت کی اباقا نے اس سے پہلے ۱۲۶۵ء میں ایک یونانی شہزادی سے شادی کی تھی لیکن اس کے باوجود دونوں قوتیں مصر کے خلاف کوئی مشترک تنظیم نہ کرسکیں اور ایک ہی وقت میں ممالیک نے صلیبیوں کو بھی شکست دی اور مغلوں کو بھی مغلوب کیا۔[۱] ۱۲۶۶ء اور ۱۲۷۳ء میں ممالیک مصر نے آرمینیہ صغریٰ کو فتح کرلیا اور ۱۲۷۷ء میں قلیل مدت میں ایشیائے کوچک کے ایک حصہ میں گھس گئے اور اسی سال "ابلستان" کے قریب مغلیہ فوجوں کو شکست دی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ سلسلہ) خود ملک بیبرس مقابلہ کیلئے پہونچا نہایت سخت جنگ کے بعد تاتاریوں کو ہزیمت ہوئی اس جنگ میں دونوں جانب کے تقریباً ایک لاکھ آدمی مقتول ہوئے ملک منصور قلاؤن الفی کے زمانہ میں جو ممالیک بحریہ کا ساتواں بادشاہ تھا اباقا اور اس کے بھائی منجو تیمور نے دو لشکر لیکر شام پر حملہ کیا ادھر سے ملک منصور اپنی فوجیں لیکر پہونچا حمص کے قریب سخت مقابلہ ہوا جس میں منجو تیمور مارا گیا اور اباقا شکست خوردہ فوج لیکر ہمدان بھاگا جہاں شراب پیکر سخت بیمار پڑا اور اسی بیماری میں مرگیا (مترجم)

---

[۱] ممالیک بحریہ مصر نے مغلوں کے علاوہ صلیبیوں کو بھی سخت شکستیں دیں، سلطان بیبرس نے صلیبیوں کے بہت سے شہروں کو فتح کرلیا اور اسکے بعد ملک منصور قلاؤن الفی نے ۶۸۸ھ میں طرابلس الشام سے بقیہ صلیبیوں کو نکالدیا اور آخر میں اس کے بیٹے ملک اشرف خلیل نے ۶۹۰ھ میں آخری بچے کھچے صلیبیوں کو بھی جن کی حکومت صرف عکہ میں رہ گئی تھی نکالکر تمام ارض مقدس کو اسلامی قبضہ میں کرلیا۔ (مترجم)

۱۲۸۰ء میں بلاد شام میں مغل گھس گئے اور شہر حلب کو برباد کر دیا۔

اور دوسرے سال ممالیک نے اباقا کے بھائی منجو تیمور کو حماۃ اور حمص کے درمیان شکست فاش دی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مشرق میں اباقا کی فوجوں کو زبردست کامیابی ہوئی کیونکہ اس نے ۱۲۷۰ء میں شہر ہرات کے قریب چغتائی قوم کی ایک زبردست فوج کے حملے کو جسکی قیادت "براق" کر رہا تھا روکدیا اور آئندہ اس قسم کے حملہ و ہجوم کو روکنے کے لئے اس نے اطراف ماوراء النہر کی شورشوں سے فائدہ اٹھانا چاہا اس لئے اس نے جنوری ۱۲۷۳ء میں شہر بخارا کو جو غارتگر افواج کی قرار گاہ تھا تباہ و برباد کر دیا۔

چغتائی خاندان کا ایک امیر ہلاکو کے ساتھ فارس آیا تھا جس کا نام نکودار تھا (لوگ اکثر غلط طور پر نجودار بولتے ہیں) اس کو ہلاکو نے بلاد کرج کا ایک حصہ عطا کیا تھا۔

جب براق کی شورش اٹھی تو وہ اپنے ہم وطنوں سے مل گیا، لیکن اس کو شکست ہوئی اس کی زیر قیادت قبائل نے سلطنت کے مشرقی جانب کو سخت نقصان پہونچایا اور اباقا کے عہد ۱۲۷۹ء میں ملک فارس کو برباد کر دیا خراسان اور اس کے قریبی شہروں کو ایک زمانہ تک پریشان رکھا اندرون ملک میں اباقا کی حکومت عام طور سے صلح مندانہ تھی اسی وجہ سے اس نے فقرا رعیت کے ٹیکسوں میں بہت کچھ کمی کر دی تھی۔

دوسرے امرار مغل کیطرح شراب نوشی میں بہت بڑھا ہوا تھا یکم اپریل ۱۲۸۲ء کو مرض ہذیان السکاری میں مرا اس کے بعد اس کا بھائی نکودار (جس کا اسلامی نام احمد ہے) برسر حکومت ہوا اباقا کے وزیر شمس الدین، اور اس کے بھائی علاؤ الدین کا ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

(دیکھو جوینی")

ماٰخذ

(۱) D'OHSSON :
HIST. DES MONGOLS
ج ۳، ص ۲۱۳ - ۵۴۹ -

(۲) HAMMER : PURGSTALL :
GESCH. D. LLCHANE—
ج ۱، ص ۲۴۵ — ۳۱۹ —

(۳) HAMMER : PURGSTALL :
GESCHWASSAFS. ج ۱

(۴) HOWORTH :
HIST. OF THE MONGOLS.

ج ۳، ص ۲۱۸ — ۲۸۴

(ڈبلیو بارتھولڈ — W.BARTHOLD

۲۳- ابلخ

بلیخ کا غیر قیاسی جمع، بلیخ رقہ میں ایک نہر ہے جو رقہ کے گاؤں، کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتا ہے۔

(یاقوت، معجم البلدان ص ۷۴)

(اض)

۲۴- ابالوقف

صعید مصر میں ضلع بنی مزار کا ایک گاؤں، یہاں ضلع سے ایک ریلوے لائن بھی گئی ہے۔ (دائرہ بستانی) (اض)

۲۵- ابام

(ف) قرض، منارہ، قلعہ، قبہ۔

(فرہنگ آنند راج) (اض)

۲۶- أبان

(۱) عرب میں دو پہاڑوں کا نام، ایک کو ابان ابیض، اور دوسرے کو ابان اسود کہتے ہیں۔

(۲) کرمان میں شروذان کی سرحد پر ایک

چھوٹا سا شہر

(یاقوت، معجم البلدان ص ۷۵)

(اض)

۲۷- آبان

فارسیوں کے نزدیک سن شمسی متحرک[له] کا آٹھواں مہینہ اور ہر مہینہ کے دسویں دن کو بھی کہتے ہیں نام کے اس اختلاط سے بچنے کے لئے مہینہ کو "آبان ماہ" اور دن کو آبان روز کہتے ہیں۔ (دیکھو تاریخ")

له فارسی سن کو متحرکہ یا منتقلہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ ایک حالت پر نہیں رہتا تھا دوسرے سنین شمسی کی طرح جو ۳۶۵، اور تقریباً چوتھائی دن پر مشتمل ہوتے ہیں اس کے شروع کی تاریخ بروج فلک میں ایک خاص نقطہ پر نہیں رہتی تھی اور اس کے ایام عید مخصوص، اور مقررہ دنوں میں نہیں ہوتے تھے، فارس والے اپنے سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کرتے تھے جس کا ہر مہینہ ۳۰ دن کا ہوتا تھا۔ (ان کے مہینوں کے نام یہ تھے: فروردین، اردیبہشت، خرداد، تیر، مرداد، شہریور، مہر، آبان، آذر، دے، بہمن، اسفندارمذ) ۳۶۵، اور چوتھائی دن کو اس طرح پورا کرتے تھے کہ اولاً آٹھویں

(بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

٢٨ آبان گاہ

(ف) ماہ فروردی کی دسویں تاریخ ایک فرشتہ جو پانی پر متعین ہے۔ (اض)

٢٩ اِبانۃ

شام میں ایک نہر کا نام جس کا ذکر قدیم کتابوں میں آیا ہے۔

(دائرۃ المعارف بستانی) (اض)

٣٠ إبانۃ

چند کتابوں کا نام:

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٣١)

مہینہ ابان میں پانچ دلا دیتے تھے ان کا نام ایام مسترقہ (بفتح راء) یعنی ناقصہ رکھتے تھے اور فارسی زبان میں اسکو "اندرگاہ" کہتے تھے۔ اس طرح یہ مہینہ ٣٦٥ دن کا ہو جاتا تھا۔ ثانیاً ایک سو بیس سال پر ایک مہینہ زیادہ کر دیتے تھے یہ ایک مہینہ وہی ہوتا تھا جو اتنے سال میں چوتھائی دن کا جمع ہو جاتا تھا۔ اور اس مہینہ کا نام پہلے مہینے کے نام سے شروع کرتے تھے مثلاً پہلے دور میں فروردین کے بعد یہ زائد مہینہ بڑھاتے تھے، اور اس کا نام فروردین دوم رکھتے تھے، پھر دوسرے دور میں اردبہشت کے بعد اس کا اضافہ کرتے تھے اور اس کا نام اردبہشت دوم رکھتے تھے۔ اسی طرح بارہ مہینوں کے ساتھ اس طریقہ کو جاری رکھتے تھے اور یہ زائد مہینہ بارہ مہینوں میں گھومتا رہتا تھا، ١٤٤٠ سال میں اس کے بارہ مہینے پورے ہوتے تھے اسی وجہ سے انکی عیدیاں اور عیدین، جو اس درمیان میں پڑتی تھیں، فلک بروج کے اعتبار سے منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ اور ماہ وسال کی ترتیب بدلتی رہتی تھی اور فلک بروج کے اعتبار سے یہ اپنی اصلی جگہ سے ہٹ جاتے تھے یہ خرابی ۴٦٧ھ (١٠٧٥) تک رہی اس وقت سلطان جلال الدین سلجوقی نے اس خرابی کی اصلاح کا حکم کیا، اور یہ کام علما کی ایک جماعت کے سپرد کیا گیا جسمیں عمر خیام، ابوالمظفر، ماموں واسطی، اور خازن وغیرہ تھے ان لوگوں نے ایک جدید شمسی تاریخ تیار کی جو تمام شمسی تاریخوں میں نہایت ہی صحیح شمار کی جاتی ہے۔ اس تاریخ کا نام تاریخ جلالی رکھا۔ اور اسکی ابتداء ١٠ رمضان ۴٧١ھ سے ہوئی۔ ان لوگوں نے مہینوں کا نام نہیں بدلا، وہی پرانا نام رہنے دیا، البتہ پہچان کے لئے جلالی کا لفظ بڑھا دیا مثلاً یوں کہنے لگے فروردین قدیم اور فروردین جلالی اسی طرح ان مہینوں کا انتساب اس عظیم المرتبت مصلح فلکی سے بھی کیا جاتا ہے (محمد مسعود)

(۱) الابانہ فی معرفۃ الامانۃ

تالیف شیخ محمد بن الغفار سکوری الحنفی امام جامع غمری قاہرہ۔

(۲) الابانۃ، فی فقہ الشافعی تالیف شیخ امام ابو القاسم عبد الرحمن بن محمد الفورانی المروزی الشافعی المتوفی سنہ ۴۶۱ھ شافعیوں کی یہ ایک مشہور کتاب ہے اس کتاب کا ایک تتمہ بھی ہے جس کو ان کے شاگرد، ابو سعید عبد الرحمن بن مامون المعروف بالمتولی النیسابوری الشافعی المتوفی سنہ ۴۷۸ھ نے تالیف کیا ہے اسکو کتاب الحدود تک لکھا اور اس میں نوادر وغرائب مسائل جمع کئے، جو دوسری کتابوں میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

پھر اس تتمہ کا تتمہ، شیخ منتجب الدین ابو الفتوح اسعد بن محمد العجلی الاصفہانی الشافعی المتوفی سنہ ۶۰۰ھ نے لکھا،

اصفہان میں عہد قدیم سے لوگوں کا اعتماد اسی کتاب پر ہے،

متولی نیسابوری کے تتمے کا تتمہ اور دوسرے لوگوں نے بھی لکھا، لیکن یہ لوگ اس کے طریقہ اور اصل مقصد کی پیروی نہ کر سکے "ابانۃ" کی شرح "عدہ" کے نام سے ابو عبد الله الطبری شافعی نے لکھی ہے۔

(۳) الابانۃ، یہ بھی فقہ شافعی میں ہے تالیف شیخ محمد بن بنان بن محمد الکازرونی الآمدی الشافعی

(۴) "الابانۃ فی الرد علی من شنع علی ابی حنیفۃ، تالیف قاضی ابو جعفر احمد بن عبد الله السرماری البلخی الحنفی،

(۵) الابانۃ، فی فقہ ابی حنیفۃ،

یہ ایک دوسری کتاب ہے تاتارخانیہ میں اس کتاب کے حوالے اور نقول ہیں۔

(۶) الابانۃ فی الحدیث، تالیف ابو نصر عبید الله بن سعید السجزی الوائلی المتوفی تقریباً سنہ ۴۴۰ھ

(۷) الابانۃ فی معانی القرآن تالیف شیخ ابو محمد مکی بن ابو طالب القیسی المقری المتوفی سنہ ۴۳۷ھ

(۸) الابانۃ والاعلام بما فی المنہاج من الخلل والاوہام، اس کا بیان منہاج ابن جزلہ میں آئے گا

(دائرۃ المعارف بستانی) (انس)

۳۱ ابان بن سعید

ابن العاص بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی:

یہ ایک صحابی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بعض سرایا میں امیر بنا کر بھیجا تھا مثلاً سریہ نجد میں یہ امیر بنا کر بھیجے گئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مقام بحرین کے بری اور بحری حصے کا عامل علاء ابن حضرمی کے اس عہدے سے معزول کرنے کے

بعد مقرر فرمایا تھا۔ ابان بن سعید آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اس عہدے
پر رہے۔

ان کے سات بھائی تھے ان میں سے
تین کے سوا باقی سب اسلام لائے اور صحبت
نبوی سے مشرف ہوئے۔

ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

(ابن عبد البر: الاستیعاب)

(اض)

۳۳ ابان المحاربی

ایک رکن وفد، ان وفود میں سے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

(ابن عبد البر: الاستیعاب (اض)

۳۴ ابان

بن عبد الحمید (فہرست ابن الندیم میں تحمید)
لاحقی (یعنی لاحق بن عفیر) یہ رقاشی بھی
کہلاتا ہے، کیونکہ اس کا خاندان بنی رقاش
کے موالی میں سے تھا۔

عربی کا شاعر، ۲۰۰ھ (۸۱۵ - ۸۱۶ء)
میں وفات پائی۔

برامکہ کا دوست تھا۔ اُن کے لئے کتاب کلیلہ دمنہ
کو (دیکھیے یہ مضمون) نظم کیا۔ اسیطرح دوسری
کتابوں، خصوصاً فارسی اور ہندی کتابوں:
سیرۃ اردشیر، سیرۃ نوشیرواں، کتاب بلوہر
بوذاسف، کتاب سندباد، کتاب مزدک کو نظم
کا جامہ پہنایا۔

نظام کائنات کے متعلق ایک قصیدہ نظم کیا
جس کا نام "ذات الحلل" تھا۔ ایک کتاب،
ہندوؤں کے حلم اور دوسری کتاب، ہندوؤں
کے روزہ اور دھیان پر تالیف کی، یہ تمام
کتابیں ناپید ہو گئی ہیں۔

دوسرے شعراء عرب کیطرح مدح و ہجو اور
مرثیہ میں اس کے اشعار ہیں۔

اس کے قصائد مدحیہ میں وہ قصیدہ مشہور
ہے جس میں اس نے عباسیوں کی مدح
کی ہے اور خلافت کے بارے میں علویوں کے
خیالات کی تردید کی ہے اس قصیدہ پر
ہارون رشید نے بیس ہزار درہم عطا کیا تھا
قصائد مرثیہ میں سے اس کا وہ قصیدہ قابل ذکر
ہے جو برامکہ کے متعلق لکھا ہے اور جو ایک یادگار
قصیدہ ہے۔

اشعار ہجویہ میں اپنے عہد کے شعراء مثلاً
مشہور نحوی ابو عبیدہ وغیرہ کی ہجو کی ہے۔

اس کے خاندان کے بکثرت افراد اپنے وقت کے
مشہور لوگ ہوئے، اس کا بیٹا حمدان، شہر بیذ
میں شعر گوئی میں بہت مشہور ہوا۔

مآخذ

(۱) الفہرست ج ۱، ص ۱۱۹، ۱۶۳۔

(۲) الاغانی ج ۲۰، ص ۳۷ - ۸۷۔

(۳) GOLDZIHER: MUHAMM. STUD. ج ۱، ص ۱۹۸، اور اس کے بعد، ج ۲، ص ۱۰۱۔ اور دیکھو اسکی بحث، مستشرقین کی ساتویں موتمر، منعقدہ وائنا ۱۸۸۶ء کی روداد قسم ابحاث سامیہ ص ۱۱۸، اور اس کے بعد میں۔

[M.TH.HOUTSMA. ہوٹسما]

۲۵ ابان بن عثمان بن عفان

یہ ایک والی، اور تیسرے خلیفہ (حضرت عثمان بن عفان) کے صاحبزادے تھے ان کی والدہ کا نام اُم عمر بنت جندب بن عمرو الدوسیہ تھا۔

جنگ جمل واقع جمادی الاولی ۳۶ھ مطابق نومبر ۶۵۶ء میں یہ حضرت عائشہ کیساتھ تھے جب جنگ کا نتیجہ خلاف ہوا تو اُبان سب سے پہلے بھاگنے والوں میں تھے لیکن یہ ان کیلئے کوئی سیاسی خطرہ ثابت نہوا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا سات برس تک اس عہدے پر رہے اور پھر معزول کر دیے گئے۔ اور ان کی جگہ پر ہشام بن اسمعیل مقرر ہوئے ان کی جتنی شہرت بحیثیت عالم علم حدیث ہے اتنی شہرت دولت امویہ کے عامل ہونیکی حیثیت سے نہیں ہے، یہ محض ایک بخت واتفاق کی بات ہے۔ ان کی کتاب المغازی [1] (جو سیرت محمدیہ میں ہے) اپنے موضوع میں سب سے پہلی کتاب شمار کیجاتی ہے۔

آخر میں ان کو مرگی کی بیماری لاحق ہوگئی تھی [2] چنانچہ اس کے ایک سال بعد مدینہ میں یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے ۱۰۵ھ (۷۲۳ - ۷۲۴ء) میں انتقال کیا

---

[1] یہ کتاب ایک دوسرے مؤلف، ابان بن عثمان بن یحیی بن زکریا اللؤلؤی البجلی المعروف بابان الاحمر المتوفی سنہ ۲۰۰ھ ایک شیعی امامیہ عالم کی تالیف ہے۔ (احمد محمد شاکر)

[2] طبقات ابن سعد میں ہے کہ فالج کی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔

وصاب الفالج ابانا سنۃ قبل ان یموت ویقال بالمدینۃ فالج ابان لشدتہ (طبقات ابن سعد طبع سخاؤ مطبع بریل ہولینڈ ص ۱۱۲)

(ابان کو ان کی وفات سے ایک سال پہلے فالج کی بیماری لاحق ہوگئی تھی اور بیماری کی شدت کے سبب سے مدینہ میں لوگ عام طور پر "ابان کا فالج" بولتے تھے۔ (مترجم)

ماخذ

(۱) ابن سعد ج ۵، ص ۱۱۲ — اور اس کے بعد۔

(۲) نودی طبع وسٹنفٹ —— WUSTENF

ص ۱۲۵ — اور اس کے بعد۔

دیکھو مستشرق زیٹرسٹین K.V.ZETTERSTEEN

۳۶ آباء

والدین، جمع اب، اجداد، اسلاف اور متقدمین کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ (اض)

۳۷ إباء

انکار کرنا، نہ ماننا۔ (اض)

۳۸ آبائے عنصری

ترکیب فارسی میں اصطلاحاً اربعہ عناصر کو کہتے ہیں۔ (اض)

۳۹ آبائے علوی

اصطلاح فارسی میں سبعہ سیارہ اور نو آسمان کو کہتے ہیں۔ (اض)

۴۰ ابتدا

فعل ابتدأ کا مصدر، ایک نحوی اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جملہ اسمیہ میں وہ کلمہ مبتدا ہو کر آیا ہے۔ مبتدا ہر اس اسم کو کہتے ہیں جس سے جملہ کی ابتدا ہو، تاکہ اس پر کلام کے احکام مرتب ہوں مبتدا مرفوع ہوتا ہے، مبتدا پر ہمیشہ احکام مرتب ہوتے ہیں پہلا کلمہ مسند الیہ ہوتا ہے اور اس کے بعد کا کلام جو پہلے کلمہ پر مرتب ہوتا ہے مسند، (سیبویہ ج ۱ ص ۲۳۹، س ۳-۴) جیسے جملہ "محمد رسول اللہ" یہاں پر لفظ "محمد" مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور "رسول اللہ" لفظ محمد پر مرتب کیا گیا ہے تاکہ اتمام معنی ہو۔ مبتدا اور خبر کے درمیان کا علاقہ، عقلی علاقہ ہوتا ہے اس علاقہ کی تعبیر کسی خاص چیز سے نہیں کیجاتی۔

عموماً مبتدا خبر سے مقدم ہوتا ہے، اسی وجہ سے جس جملہ میں پہلے مبتدا ہو اسکو جملہ اسمیہ شمار کیا جاتا ہے۔

جیسے "زید مات" اس جملہ میں زید مبتدا ہے۔ حالانکہ "مات زید" میں زید فاعل ہے (ملاحظہ ہو WRIGHT: ARABIC GRAMMAR ج ۲ ص ۲۵۱۔)

لیکن مبتدا کی تقدیم ہر جگہ ضروری نہیں بلکہ بعض حالات مثلاً تاکید، یا دوسری وجہوں سے خبر مقدم ہوتا ہے. علم عروض میں لفظ "ابتدا" کا اطلاق بیت کے جزو اول پر ہوتا ہے۔

(دیکھو "مبتدا" اور "مسند")

ماخذ

(۱) سیبویہ (مطبوعہ ڈرنبرگ) ج ۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۲ اور دوسرے مقامات میں۔

ﻪﻠﻟ اور قرأ کے نزدیک، وقف کے مقابل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (مترجم)

(۲) زمخشری: المفصل (طبع BROCH بعج دوم ص ۱۲-۱۴-

(۳) ابن یعیش (طبع جان. ص ۱۰۰-۱۴۴

(۴) الجرجانی: التعریفات (طبع فلوگل) ص ۳-۵

(۵) محمد اعلی: DICTIONARY ...... OF TECHNICAL TERMS -- طبع اسپرنگر ص ۱۰۷-۱۰۸-

(۶) WRIGHT: ARABIC GRAMMAR. جہ ۲ ص ۳۵۰ اور اس کے بعد

(۷) FREYTAG: DARST. DER ARABE VERSKUNST. ص ۱۱۸، ۵۱۹ -

(روبرٹ اسٹوینسن ROBERT STEVENSON_)

۴۱ ابتر

شام میں ایک جگہ (معجم البلدان ص ۸۹) عروضیوں کی اصطلاح میں وہ جس میں بتر داخل ہو جائے (دیکھو "بتر") لغوی معنی دم کٹا یعنی بے اولاد- پریشان، پراگندہ-

(اض)

۴۲ ابتسام

مسکرانا، ہنسنا-

(اض)

۴۳ ابتشاک

جھوٹ باندھنا، بے عزتی کرنا، کٹا ہوا ہونا

(اض)

۴۴ ابثیث

ایک پہاڑ کا نام (معجم البلدان حصہ ۱)

(اض)

۴۵ ابجد

یہ ان آٹھ لفظوں کا پہلا لفظ ہے جنہیں اہل عرب نے حروف ہجا کو یاد کرنے کیلئے وضع کیا تھا۔ یہ آٹھ لفظ عام طور پر اس طرح لکھے جاتے ہیں ابجد- ہوز- حطی- کلمن- سعفص- قرشت- ثخذ- ضظغ- مگر مغرب کے مسلمان آخری چار لفظوں کو اس طرح ادا کرتے ہیں-

صعفض- قرست- ثخذ- ظغش- یہ الفاظ عربی حروف کی ترتیب کے مطابق ہیں، اور ان سے حروف اصلی ہی مراد ہیں، ایسے حروف عبرانی اور آرامی زبان میں بھی ہیں-

یہ مطابقت، نیز پرانے فن تحریر سے مستنبط دلائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ عربوں نے حروف ہجا نبطیوں سے اخذ کیے ہیں، وہ چھ حروف جو خاص عربی زبان میں مروج ہیں اس مجموعہ کے

آخر میں ہیں۔

ان آٹھ لفظوں کے حروف، اعداد کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ صرف یادداشت کے لئے ترتیب دئے گئے ہیں ورنہ یہ بالکل بے معنی ہیں، ان حروف کی ترتیب اس لحاظ سے عبرانی اور آرامی زبان کی طرح ہے کہ الف سے قاف تک کے حروف ایک سے سَو تک کے ہندسوں پر دلالت کرتے ہیں، اور آخر کے نو حروف دو سو سے ایک ہزار تک کے حروف کے لئے مقرر ہیں، اس لحاظ سے یہ پرانی ترتیب حروف، جس سے ہمیں ابجدی حروف کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے آج کل کے مستعمل ترتیب حروف سے پہلے زمانے کی ہے موجودہ حروف کا سلسلہ، مشابہ حروف کو ایک دوسرے کے بعد لانے سے پیدا ہوا ہے (مثلاً مشابہت کی وجہ سے) ہم ب کے بعد ت لکھتے ہیں اور اسی طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے سوائے اس کے ہ۔ و۔ اور ی آخر میں مندرج ہے (کیونکہ ان کے مشابہ حروف نہیں تھے) مغرب میں ابجدی حروف اب تک اس ترتیب سے محفوظ ہیں۔

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز ط ظ ک ل م
ن ص ض ع غ ف ق س ش ہ و ی۔

مشرقی اسلامی ممالک کا سلسلہ حروف بھی جسے علماء یورپ نے بھی اختیار کر رکھا ہے، اور جس کی ترتیب کی اصل حقیقت سمجھ میں نہیں آتی، تبدیل ہو گیا ہے کیونکہ یہ بہت مشکل ہے کہ ہم کوئی ایسا عام قاعدہ بنا سکیں جو اس ترتیب کی بنیاد قرار دیا جا سکے۔ تاہم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حرفوں کی آواز کا کسی قدر اس ترتیب میں لحاظ رکھا گیا ہے۔

ان دو مروجہ ترتیبوں کو سامنے رکھکر علماء نے فلسفہ زبان اور صوتی طریقے کے مطابق ایک نئی راہ نکالی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ حروف جن کا مخرج حلق ہو، پہلے درجے پر ہوں اور وہ حروف جن کا مخرج منہ کے سامنے کا حصہ یا ہونٹ ہوں، آخر درجے پر رکھے جائیں۔

یہ وہ ترتیب ہے جسے خلیل نے اپنی تصنیف "کتاب العین" میں اختیار کیا تھا یعنی ع
ح ہ خ غ ق ک ج ش ص ض س ز ط
د ت ظ ذ ث ر ل ن ف ب م و ا ی۔

ازہری نے اپنی کتاب التہذیب میں اور ابن سیدہ نے اپنی کتاب المحکم میں اسی کی پیروی کی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی ابجدی حروف کی اصلیت وہی عبرانی اور آرامی حروف ہیں لیکن عرب دوسری سامی زبانوں سے بالکل نابلد تھے نیز انہیں اپنی عصبیت اور قومی نسب و حسب پر بے حد ناز تھا اس لئے

وہ ابجد کے ان آٹھوں الفاظ کی اصلیت کے متعلق اِدھر اُدھر کی بے معنی تشریحیں کرنے لگے اور یہ تفسیریں" ایسی تھیں جو روایتاً نقل ہوتی گئیں بہر حال جو کچھ اس بارے میں انہوں نے بیان کیا تھا وہ غلط ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ مدین کے چھ بادشاہوں نے اپنے ناموں کے مطابق ترتیبا یہ عربی حروف ہجا مرتب کئے تھے دوسری روایت اس طرح منقول ہے کہ پہلے چھ الفاظ شیاطین کے نام تھے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ یہ ہفتے کے دنوں کے نام ہیں۔

(سلوسٹر ڈی ساسی)

SILVESTRE DESACY.

نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ روایتیں پہلے چھ لفظوں کی توجیہہ بیان کرتی ہیں اور مثلاً یوم الجمعہ تخذ نہیں بلکہ عروبہ ہے[1] لیکن علمی طور پر ہم ان روایات پر اعتماد نہیں کر سکتے کہ عربی ابجد اصل میں بائیس حروف پر مشتمل تھی (دیکھو سلوسٹر ڈی ساسی کی عربی نحو کی کتاب

GRAMMAIREARABE-

طبع دوم جـ افصل نہم) با ایں ہمہ ہمیں، عربوں میں کئی صاحب بصیرت نحوی، مبرد، اور سیرافی، جیسے ملتے ہیں جنہوں نے ان غلط تشریحات ابجدی پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ صاف طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ یہ الفاظ غیر زبان سے ضرور لئے گئے ہیں۔

قدیم زمانے سے صوفیوں نے ابجدی حروف کو تعویذ اور جادو کے طلسمات کے مقصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر رکھا ہے کیونکہ ان حرفوں کے عدد بھی ہوتے ہیں اور اس مذہب کے مطابق ان حروف میں سے ہر ایک حرف جو الف سے شروع ہو کر غین پر ختم ہو جاتے ہیں خدا کے ناموں میں سے کسی ایک نام یا دوسرے قوائے روحانیہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

حرف اور عدد کے اس مشترک علاقے نیز رموز مذکورہ بالا کا لحاظ کرتے ہوئے صوفی عاملوں کے ایک مسلک کی بنیاد قائم ہو گئی۔ مثلاً تعویذوں کے شروع کے طریقوں میں حرفوں کے اعداد کو باہم ملایا جاتا ہے اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کا تعلق عالم الجن کے

[1] ڈی ساسی کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ عرب راویوں کے خیال میں پہلے زمانے میں ہفتہ سے جمعرات تک کے دنوں کے نام ابجد سے لیکر قرشت تک کے چھ لفظوں کے نام پر رکھے گئے تھے۔ لیکن یوم جمعہ کا نام ثخذ نہیں ہے جو ساتواں لفظ ہے۔ بلکہ عروبہ ہے اور اسی روایت سے یہ ثبوت بھی بہم پہنچایا گیا ہے، کہ در اصل عربی حروف اٹھائیس کے بجائے بائیس تھے لیکن مقالہ نگار نے اسکی تردید کی ہے۔ (مترجم)

قائم کرتے ہیں یہی طریقہ قرون وسطی کی یہود یوں میں صوفیانہ تشریح کے متعلق رائج تھا۔

مآخذ

(۱) تاج العروس، دیکھو مادہ "بجد"
(۲) الفہرست (طبع فلوگل FLUGEL) ج ۱، ص ۴۔ ۵۔
(۳) HUGHES: DICT. OF ISLAM دیکھو مادہ "دعوت"
(۴) LANE: ARABE. ENGL. LEX. دیکھو مادہ "ابجد"
(۵) CANTOR: VORL. UBERGE SCH. D. MATH (طبع سوم، ج ۱، ص ۷۰۹)
(ویل WEIL ———)

شیخ تاج الدین احمد بن عثمان بن الترکمانی الحنفی کی ایک تالیف "الابحاث الجلیہ" جنہوں نے ۷۴۴ھ میں مصر میں وفات پائی۔

(ا ض)

۴۶ أبجر

(دیکھو عبید اللہ بن القاسم بن ضبیعۃ ابو الطیب)

(ا ض)

۴۷ إبنیج

مصر کا ایک گاؤں "سمنودیہ" میں

یاقوت: معجم ص ۸۷

(ا ض)

أبحاث

بحث کی جمع۔

۴۹ ابخاز

یہ بحر اسود کے کنارے پر مغربی کاکیشیا (قوقاز یا قفقاز) کے علاقے کا ایک قبیلہ ہے۔ ابخازستان کا علاقہ اس خطے پر مشتمل ہے جو کاکیشیا خاص کے پہاڑی سلسلے سے بحر اسود کے کنارے تک وسیع ہے یہ علاقہ شمال میں "باجری" کے درمیان اور جنوب میں "انجور" کے دہانے پر واقع ہے، روس میں ملحق ہونے سے پیشتر سیاسی طور پر وہ تین حصوں میں منقسم تھا۔

(۱) ابخاز خاص جو ساحل پر جاجری سے جالنذ تک پھیلا ہوا تھا اور اس پر شرشیدز کے خاندان کی حکومت تھی۔

(۲) سطح مرتفع "تزبلدہ" اسکی کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی۔

(۳) "سامرزکان" کا علاقہ جو ساحل بحر پر جالنذ سے انجور تک وسیع ہے اس پر شرشیدز کے خاندان کی ایک شاخ حکمران تھی جو بعد میں منجہ بلیائے ساتھ متحد ہو گئی تھی سترہویں صدی کے آغاز سے اس قبیلے کی ایک جماعت اصلی

پہاڑوں کے سلسلوں کو عبور کر کے "کوہاں" کی جنوبی شاخوں میں منقسیم ہوگئی تھی۔

ابخازستان خاص کی آبادی انیسویں صدی کے تئیس سال کے دوران میں تقریباً نوے ہزار تھی۔ اور تمام قبیلۂ ابخازیہ کی تعداد تقریباً ۱۲۸۸۰۰ تھی۔

ابخازیوں کی زبان کاکیشیا کی زبانوں کی ایک شاخ ہے۔

قدیم زمانے میں ابخازی لوگ "ابسکوئی" ABASKOI کے نام سے موسوم تھے (آریان ARRIAN مورخ کے نزدیک) اور پلینی (PLINY) کی رائے کے مطابق وہ "ابسجی" ABASGI کے نام سے مشہور تھے۔ اور پانچویں صدی عیسوی کا مورخ "پروکوپیوس" کہتا ہے کہ ابخازی لازوی LAZOI کے ماتحت تھے اس زمانے میں ابخازستان سے لوگ غلام بنا کر قسطنطنیہ لائے جاتے تھے۔

جب جستنیان نے ابخازی باشندوں کو مطیع و مغلوب کیا تھا تو اسوقت وہ عیسائی ہوگئے تھے مگر ۸۵۰ء میں انہوں نے "خزر" کے باشندوں کی امداد سے اپنی آزادی حاصل کی کہا جاتا ہے کہ امیر تفلیس اسحاق بن ابراہیم کے زمانے میں جو ۸۳۳ء سے ۸۵۳ء تک حکمراں رہا، ابخازی اہل عرب کو جزیہ دیتے تھے، لیکن جغرافی دلائل اس قبضے کو ثابت نہیں کرتے

ابخازیوں کا بہترین زمانہ ۹۸۰ء اور ۹۸۵ء کے درمیاں کا زمانہ ہے جب ان کے سلاطین ابخازستان، منجریلیا، امریتیا، کرتلینیا پر قابض تھے اور آرمنیہ کے معاملات میں بھی دخل انداز تھے۔ اس زمانے کے بعد کرج (جارجیہ) کی زبان لٹریچر اور ابخازستان کے مہذب طبقے کی زبان بن گئی تھی حکمراں خاندان کے زوال کے بعد اس علاقے کی حکومت جارجیہ (کرج کے) بجراتونی خانداں کی طرف منتقل ہوگئی تاہم سلطنت متحدہ میں ابخاز کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔

عربی اور فارسی لٹیریچر میں یہاں تک کہ مغلوں کے زمانے میں بھی بجراتونیوں کو "ابخاز کے بادشاہ" کہتے تھے۔

سید رینوس، بازنطینی شاہ کرج شاہی القاب میں "بادشاہ ابخاز" کا لفظ سب سے پہلے استعمال کرتا تھا۔

بجراتونیوں کی سلطنت کی ابتدا معلوم کرنے کیلئے ہمیں مغرب کی طرف رجوع کرنا چاہیے (یعنی جیرخ[1] اور ریوں کے بیانات کے ذریعے)

---

[1] "جیرخ" اور "ریون" یورپ کے دو مشہور مورخ تھے جنہوں نے بجراتونیوں اور روسی ترکستان کی قدیم تاریخ کے متعلق قابل قدر تحقیقات کی تھیں ۱۲ (المترجم)

۱۳۲۵ء کے مابین بجراتونیوں نے شرو
شیدز کے خاندان کو یہ علاقہ عطا کر دیا تھا
(کہا جاتا ہے کہ یہ خاندان شروان شاہ کے
خاندان سے تعلق رکھتا تھا)
۱۴۴۲ء میں بادشاہ بجرات ثانی کے زمانے
میں خاندان شرو شیدز کے امرا اپنے علاقوں
میں مستقل حکمراں ہو گئے۔ ترکی رزمیہ نظم
"قورقود" میں "ابخازی" اور طرابزون کے
یونانی، مسلمانوں کے دشمن بتائے گئے ہیں
(ممکن ہے کہ یہ نظم ۱۴۰۰ء میں آرمینیہ کے علاقے
میں تصنیف کی گئی ہو)
اس کتاب کا ایک ہی نسخہ ڈرسڈن
کی لائبریری میں پایا جاتا ہے۔
(دیکھو BARTHOLD کی کتاب
ZAPISKI WOST. OTD RUSSK.
ARKHEOL. OBSHCH.
ج ۱۸، ص ۲۰۳-۲۴۰)
یہ ذکر آیا ہے کہ ایک بہادر انسان اپنی قوم سے
ناراض ہو کر ابخازی قبیلہ کے پاس گیا، اس وقت
سونے کی صلیب ہاتھ میں لیکر اس نے
ایک ایسے آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دیا جو کاہنوں
کے لباس میں تھا۔
شہنشاہ طرابزون کے ایک خط میں یہ ذکر
آیا ہے کہ امرار ابخاز کے لشکر کے سپاہیوں
کی تعداد بیس ہزار تھی۔
ابخازی باشندے بحر اسود کے مشرقی ساحل کے
ترکوں کے قبضے کے بعد سلاطین ترک کے اقتدار
سے باہر نہیں نکل سکے۔
رفتہ رفتہ ان میں اسلام پھیلنے لگا اور
عیسائیت آہستہ آہستہ روبہ تنزل ہونے
لگی جان دی لوکا دومینقی یہ کہتا ہے کہ ابخازی
اس کے زمانے یعنی ۱۶۳۴ء میں عیسائی شمار
ہوتے تھے، اگرچہ عیسائی رسومات ان میں
رائج نہ تھیں جارجیہ کے علاقے کے جدا ہونے
کے بعد پٹزنڈ ——— PITZAND
میں کیتھولک (جاثلیق) حاکم ہو گئے (انکو گوں
کا ذکر ۱۳۱۰ء سے شروع ہوتا ہے)
کہا جاتا ہے کہ پرانے آٹھ گرجاؤں اور
ایک سو چھوٹے گرجاؤں کے کھنڈرات اب
بھی ابخازستان میں پائے جاتے ہیں۔
شرو شیدز کا خاندان اٹھارہویں صدی
کے آخر میں مسلمان ہوا تھا۔ اس وقت بادشاہ
کیون نے ترکی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اور اسکے
بدلے میں اسے "سخوم" کا قلعہ دے دیا
گیا تھا۔ (یہ وہ قلعہ ہے جس کا ابخازیوں نے
۱۷۲۵ء اور ۱۷۲۸ء کے درمیان محاصرہ
کر رکھا تھا) روس کے ساتھ جارجیا کے الحاق
کے بعد ۱۸۱۰ء میں ابخازیوں نے اپنے

طاقتور ہمسائے سے زیادہ تعلقات قائم کیے
سب سے پہلے امیر کلش بک نے اس دوستانہ
تعلقات کی ۱۸۰۳ء میں ابتدا کی مگر جلد ہی
کوشش ترک کر دی گئی۔ اس حاکم کے قتل کے
بعد ۱۸۰۸ء میں اس کے بیٹے سفر بک نے اپنے
تعلقات روس سے مستحکم کیے اسوقت اُسنے
روس سے اپنے بھائی ارسلان بک کے برخلاف
جو اپنے باپ کا قاتل تھا امداد مانگی ۱۸۱۰ء
میں روس نے سخوم پر قبضہ کر لیا۔ اور سفر بک جو
عیسائی ہو گیا تھا، اور اس نے اپنا نام جارج رکھلیا
تھا، اس علاقے کا امیر بنایا گیا اسوقت سے سخوم
روس کے ماتحت ہو گیا۔

سفر بک کے دونوں بیٹے دمتریوس
(۱۸۲۱ء) اور میخیل (۱۸۲۲ء) نے اپنے بڑے
بھائی کو زہر دینے کے بعد، روسیوں سے مدد مانگی
جنہوں نے ان دونوں بھائیوں کو مسلح
طاقت کے ساتھ حاکم بنایا تھا۔ اسکے باوجود
ان کی سلطنت سخوم کے اردگرد کے علاقے سے
آگے بڑھنے نہ پائی۔ ان کی فوج دوسری فوج
کے حصوں سے بحری راستے کے ذریعہ اپنا
تعلق قائم رکھتی تھی۔

"اناپا" سے "پوتی" تک کے ساحلی سلسلے
کو معاہدۂ ادرنہ (ادریانوپل) منعقدہ،
۱۸۲۹ء کے مطابق ملحق کرنے سے روس
کی طاقت بڑھ گئی تھی تاہم شاہ میخیل کا تسلط
۱۸۳۵ء تک اس علاقے کے شمال مغربی
حصے ہی پر رہا جو "بزیب"[۱] کا علاقہ تھا باقی
ماندہ علاقہ اسکے سلمان چچاؤں کے قبضے
میں رہا، گو بعد میں روسی امداد سے شاہ میخیل
پورے علاقے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا
نیز اپنے پیشروؤں کے برخلاف اپنی رعایا پر
مطلق العنان اختیارات بھی اسنے حاصل
کر لئے تھے۔ ۱۸۶۴ء میں جب روس نے مغربی
قوقاز (کاکیشیا) پر پورا تسلط جما لیا تو شروشیدزہ
اور دیگر مقامی حکومتوں کا خاتمہ ہو گیا چنانچہ
۱۸۶۴ء کے نومبر کے مہینے میں بادشاہ میخیل
اپنے حقوق سے دستبردار ہونے اور ملک
چھوڑنے پر مجبور ہوا، اس کے بعد ابخازستان
روسی شہنشاہیت میں سخوم کے صوبہ کی حیثیت
سے شامل ہوا اور اس کے تین حصے ہو گئے۔
(۱) پٹسنڈ (۲) اوچمچیری (۳) تسر بلدہ۔
جب نئی حکومت نے ٹیکس لگانے کیلئے
ابخازیوں کی اقتصادی حالت کی زیادہ
صحیح معلومات حاصل کرنی چاہی تو ۱۸۶۶ء میں
شورش برپا ہوئی اور اس کی بیخ کنی ہونے
پر بہت سے ابخازی باشندے ترکی ہجرت
کر کے چلے گئے۔ اسلئے ۷۹ ہزار کی آبادی گھٹ
کر ۶۵۰۰۰ کی آبادی رہ گئی۔

[۱] BZYB.

تنز بلدہ کا ضلع بالکل ویران ہوگیا۔ اور اس کی ضلع کی حیثیت جاتی رہی۔ اور ایک چھوٹے حاکم (پپچیل ناسلینیہ)
POPECHITEL NASELENIYA
کے انتظام میں چلا گیا۔ آج کل ابخاز کا علاقہ حکومت کوتالیس کا ایک حصہ ہے اور سخوم قلعہ کے ضلع کے نام سے مشہور ہے۔ نئی ہجرت کی وجہ سے اسکی آبادی اور کم ہوگئی ہے خاص کر ۱۸۷۷ء میں جب کہ ترکی لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کی وجہ سے پہاڑی لوگوں کی شورش میں ابخازیوں نے حصہ لیا تھا (بالخصوص ان کی آبادی میں کمی واقع ہوگئی) ۱۸۸۱ء میں ابخازیوں کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی۔

جنرل بارٹلیمنو کے زیر انتظام، جس کے پاس پہلے سکون کا وہ مشہور ذخیرہ ہے جسن کا ڈورن نے (DORN) ذکر کیا تھا نبین ابخازی اشخاص کی جماعت نے جو پادری جمیا اور دو افسر بارجانی اور کرتنز کیدز پر مشتمل تھی، انجیلی تاریخ میں ایک کتاب ابخازی زبان میں تحریر کی ہے جسے کا کیشیائی آرتھو ڈکس مشنری نے شائع کیا گیا ہے مگر وہ کوششیں ناکام ہوئیں جو ابخازی زبان کو نوٹچرکسک کے ادارے کے نصاب تعلیم
NOVOTCHERKASK-
میں داخل کرنے کیلئے جاری تھیں۔

ماخذ

(1) BROSSET: HIST. DELAGEORGIE

(2) J. MARQUART: OSTEUROPAI-SCHE UND OSTASIATISCHE ST-REIF ZUGE (طبع لیپزک ۱۹۰۳ء)
اس موضوع پر ۱۸۲۶ء تک کے لئے بہترین روسی ماخذ۔

(3) N. DUBROVIN: HIST. DELA GUERREETDELADOMINATION RUSSE DANS LA CAUCASIE (سنٹ پٹرسبرگ ۱۸۷۱ء)

(۴) مذکورہ بالا کتاب سے متعلق معلومات جسکو اگرچہ ایک مجہول مؤلف نے
SBORNIKSWEDENIY O KAWKAZ KIKH GORTSAKH
جـ ۶ (طبع تفلیس ۱۸۷۲ء) میں شائع کیا ہے لیکن قابل وثوق ہے۔

(5) P.ZUBOW: KARTINA KAW-KAZSKAGO
(طبع سنٹ پیٹرسبرگ ۱۸۳۴ اور ۱۸۳۵ء)

(6) RV.ERKERT: DER KAUKAS-USUNDSEINEVOLKER

(طبع لیپزگ ۱۸۸۷ء)

بارتھولڈ ——— (BARTHOLD)

۵۰ ابد

علم الہٰی کی ایک اصطلاح ہے، جس کے معنی ایسی بقا کے ہیں جس کی ابتداء و انتہا نہ ہو۔ (اس کلمہ کو لفظ "ازل" کے ساتھ ملاؤ)

۵۱ ابداع

ایسی چیز پیدا کرنا جس کی مثال نہ ہو، اصطلاحاً ممکن معدوم کو وجوب وجود میں لانا۔

فن بدیع میں ابداع یہ ہے کہ شعر کے ایک بیت یا نثر کے ایک فاصلے میں بدیع کے متعدد اقسام جمع کردئے جائیں، اکثر ایک کلمہ میں بدیع کی دو قسمیں لائی جاتی ہیں اگر ایسا نہ ہو تو اس کا نام بدیع نہ ہوگا۔

اس مندرجہ ذیل آیت سے زکی الدین بن ابی الاصبع نے بدیع کے بہت سے اقسام نکالے ہیں۔

وقیل یارض ابلعی — اور (پھر) اللہ کا حکم ہوا
ماءک ویاسماء اقلعی — اے زمین! اپنا پانی
وغیض الماء وقضی — پی لے! اور اے آسمان
الامر واستوت علی — تھم جا! اور پانی کا چڑھاؤ
الجودی وقیل بعدًا — اتر گیا، اور حادثہ انجام
للقوم الظالمین ٥ — پا گیا، اور کشتی "جودی"
(پ ۱۲ - ھود ع ۴) — پر ٹھہر گئی اور کہا گیا

نامرادی اس گروہ کے لئے ہے کہ ظلم کرنے والا گروہ تھا۔"

(۱) مناسبت تامہ۔ ابلعی اور اقلعی کے درمیان۔

(۲) استعارہ، ان دونوں لفظوں میں۔

(۳) مطابقت۔ ارض و سماء میں۔

(۴) مجاز۔ "یا سماء" میں اس سے مراد مطر السماء یعنی آسمان کی بارش ہے۔

(۵) اشارہ۔ وغیض الماء میں کیونکہ پانی کا چڑھاؤ اسی وقت اترتا ہے جب کہ بارش تھم جائے اور زمین پانی کو نگل لے اب زمین کا جو کچھ پانی ہے وہ ضرور کم ہو جائے گا۔

(۶) تمثیل۔ وقضی الامر میں کیونکہ اسمیں ہلاکت اور نجات کو بغیر لفظ موضوع لہ کے بیان کیا ہے۔

(۷) ارداف۔ واستوت علی الجودی میں کیونکہ استقرار فی المکان کو ایسے لفظ سے بیان کیا جو معنی سے، زیادہ قریب ہے

(۸) تعلیل۔ وغیض الماء میں استواء کی علت ہے۔

(۹) احتراس، یعنی حفاظت وقیل بعدًا للقوم الظالمین میں، اس لئے کہ اس

دعا ہلاکت میں غیر ظالم یعنی غیر مستحق
شامل نہیں صرف ظالم ہی شامل ہیں۔
اس آیت میں ان بدیعی نکتوں کے علاوہ
ابن ابی الاصبع نے اور بھی بدیعی نکتے بیان
کئے ہیں۔
الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی کی طرف
رجوع کرنا چاہیئے۔ (ا ض)

۵۲ إبدال

اس کے لغوی معنی ہیں، کسی چیز کو اٹھا کر
اس کی جگہ دوسری چیز رکھنا۔
صرفیوں کی اصطلاح میں: ثقالت کی
وجہ سے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف رکھنا۔
علم البدیع کی اصطلاح میں: بعض حروف
کو دوسرے بعض حروف کی جگہ رکھنا۔
علم حدیث کی اصطلاح میں: ایک راوی
دوسرے راوی سے یا ایک اسناد دوسرے
اسنا سے بدل دیا جائے بغیر لحاظ ترکیب
دوسرے متن کے (دائرہ بستانی)
(ا ض)

۵۳ أبدال

ابدال کا واحد بدیل ہے جسکے معنی عوض اور خلف کے ہیں۔
الابدال لغت میں ایک کتاب تالیف ابو الطیب
عبد الواحد بن علی اللغوی المقتول ۳۵۱ھ
أبدال الادویۃ المفردۃ والمرکبۃ، سابور
بن سہیل کی ایک تالیف۔
(دائرۃ بستانی) (ا ض)

۵۴ أبدال

بدل کی جمع، نظام تصوف میں جو اولیا کے
مختلف طبقات ہیں اسمیں سے ایک طبقہ
کا نام؛ یہ رجال غیب ہوتے ہیں جن کو لوگ
پہچانتے نہیں ہیں، اور اپنی صلاحیت و
قوت سے نظام کائنات کی حفاظت کرتے ہیں
اس نظام کائنات کی تفصیل کے متعلق
کتب صوفیہ میں اختلاف ہے۔
اکثر اور مشہور رائے کے مطابق ابدال کی
تعداد چالیس ہے اور طبقات صوفیہ میں سے
پانچویں طبقہ میں ہے۔
طبقات صوفیہ کی تفصیل یہ ہے:
پہلا طبقہ، قطب أعظم (ملاحظہ ہو مضمون
"قطب")
دوسرا طبقہ، دو امام جو اس قطب کے
نائب ہوتے ہیں۔
تیسرا طبقہ، پانچ اوتاد یا عمد (ملاحظہ ہو
یہ دونوں مضمون)
چوتھا طبقہ، سات افراد

پانچواں طبقہ، ابدال۔
چھٹا طبقہ، ستر نجبا۔
ساتواں طبقہ، تین سو نقبا۔
آٹھواں طبقہ، پانچ سو عصائب۔
نواں طبقہ، حکما یا مفردون، اور ان کی تعداد غیر محدود ہے۔
دسواں طبقہ، رجبیین۔
ان دس طبقات میں سے ہر ایک طبقہ کیلئے مقررہ مقامات اور مخصوص کام ہیں۔
ان جگہوں اور عہدوں میں سے جب کوئی جگہ اور عہدہ خالی ہوتا ہے تو اسکے نیچے والے طبقہ کو ترقی دیکر اس جگہ پر مقرر کیا جاتا ہے۔
ابدال (جس کو رقباء بھی کہتے ہیں۔) شام میں رہتے ہیں۔ ان کی کرامت اور دعا سے پانی برس سکتا ہے۔ اور دشمن پر فتح یابی ہو سکتی ہے، اس جماعت کے ہر فرد کو "بدل" کہتے ہیں لفظ "بدیل" جو قاعدۂ نحو کے مطابق بدلاء کا مفرد ہے، ابدال کے ایک فرد پر اس کا اطلاق زیادہ مستعمل ہے۔

ماخذ

(۱) حسن العدوی: التحفات الشاذلیۃ، ج ۳ ص ۹۹ اور اسکے بعد (اس کتاب میں طبقات صوفیہ کی نہایت ہی مشہور تقسیم

(۲) FLUGEL:
مجلہ ZEITSCHRIFT DER DEUTSCHEN MORGEN LANDISCHEN GESELLSCHAFT.
ج ۲۰، ص ۳۸ - ۳۹ میں (اس مضمون کے قدیم ترین ماخذ بیان کئے گئے ہیں)

(۳) VOLLERS:
وہی مذکورہ مجلہ ج ۴۳، ص ۱۱۴ - اور اس کے بعد (مضمون نگار نے منادی سے استناد کیا ہے۔)

(۴) A.VONKREMER:
GESCH. D. HERRSCH. IDEEN.
ص ۱۷۲، اور اسکے بعد۔

(۵) BARGES:
VIE DU CELEBRE MARABOUT CIDI ABOU-MEDIEN.
(پیرس ۱۸۸۴ء) دیکھو اس کتاب کا مقدمہ

(۶) BLOCHET:
ETUDE SUR L'ESOTERISME-MUSULMAN
مجلہ اسیویہ ۱۹۰۲ء
ج ا ص ۵۲۹ - اور اس کے بعد میں۔

(گولڈزیہر - GOLDZIHER -

۵۵ ابدالی

افغانستان کے ایک قبیلہ کا پرانا نام جس کا نام آج کل دُرّانی ہے۔

افغانی قومیت کی ایک شاخ "سربنی" کی طرف منسوب ہے۔

افغانیوں کا خیال ہے کہ لفظ ابدالی، ابدال (بولا جاتا ہے عادۃً اودال) بن ترین بن شرخیدن بن سربن بن قیس سے مشتق ہے۔ ابدال کا نام خواجہ ابو احمد کا عطا کردہ ہے خواجہ ابو احمد ایک بدیل[1] یا طریقہ چشتیہ کے ایک ولی تھے۔

قبیلۂ غلزئی سے جنگ کے بعد اس قبیلہ والوں نے اپنے اصلی وطن کو جو قندھار کے قریب تھا، چھوڑ دیا۔

اور زمانۂ بعید سے ہرات کے قریب آکر بس گئے، لیکن نادر شاہ نے ان لوگوں کو اپنے اصلی وطن میں پھر لا بسایا نادر شاہ کے بعد احمد شاہ جب قندھار کا بادشاہ ہوا تو اس کا قبیلہ اس کی نئی سلطنت کے لئے، روح رواں بن گیا۔

ایک فقیر صابر شاہ کے کہنے سے اپنا شاہی لقب دُرِّ دُرّاں (موتیوں کی موتی) رکھا اور اسی وقت سے قبیلہ ابدالی کا نام دُرانی ہو گیا۔

اس کے بنیادی قبیلے دو ہیں، نوفلزئی اور بارکزئی شاہی سلسلہ سدزائی، نوفلزئی کی طرف منسوب ہے۔

اس واقعہ کے بعد ابدالی کا لفظ بہت دنوں تک استعمال کیا جاتا رہا لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کا استعمال کم ہونے لگا اور اسکی جگہ لفظ دُرّانی نے لے لیا۔

اب ابدالی کا لفظ بہت کم سننے میں آتا ہے۔ (اس قبیلہ کی مفصل حالت کیلئے ملاحظہ ہو مضمون ("افغانستان")

مآخذ

(۱) واقعات دُرّانی: یہ ایک کتاب عبدالکریم کی "تاریخ احمد" کا اردو ترجمہ ہے (مطبوعہ کانپور ۱۲۹۲ھ) ص ۳ ۔ ۴،

(۲) افغانستان، یہ کتاب محمد حیات کی "حیاۃ افغانی" کا انگریزی ترجمہ ہے۔ (مطبوعہ لاہور ۱۸۷۶ء) ص ۵۷۔

(۳) ELPHINSTONE: CAUBUL. (طبع لندن ۱۸۴۲ء) ج ۲ ص ۹۵۔

(۴) MALCOLM: THE HISTORY OF PERSIA ۱۸۲۹ء ج ۱، ص ۴۰۳۔

[1] بدیل، ابدال کا ایک فرد۔ (مترجم)

(۵) HANWAY: TRAVELS (طبع لندن ۱۷۶۲ء) ص ۹۸ ۔

(۶) B. DORN: HIST. OF AFGHANS. ج ۲، ص ۳۴۲ —

(لانگ ورتھ ڈیمز LONGWORTH DAMES)

۵۶ آبدست

(ف) وضو (دیکھو مضمون "وضوء")

۵۷ اُبّدہ

اندلس میں پرگنہ جیّان کا ایک شہر ابدۃ العرب کے نام سے مشہور ہے اس شہر کی بنیاد و تعمیر کیلئے عبدالرحمن بن الحکم بن ہشام بن عبدالملک نے حد بندی کی تھی لیکن اس کے بیٹے محمد نے اسکو تکمیل تک پہونچایا۔ ابن الاحمر اپنے لشکروں کیساتھ وہاں پہونچا تھا اس نے اس شہر کی عمارتوں اور آثار کو برباد کر ڈالا اور مال و اسباب لوٹ لیا۔

اسی شہر کی طرف ابو العباس احمد بن البنّی الابّدی منسوب ہیں، اسپینیوں میں اس کا نام آدبدا (UBEBA) ہے اس کا جائے وقوع وادالکبیر اور غواد الیمار کے دونوں نہروں کے درمیان جیان سے ۴۸ کیلومیٹر پر مشرقی شمالی پورب طرف ہے اس کے باشندوں کی تعداد ۴۷،۰۰۰ ہے اسپین والوں نے ۱۲۳۴ء میں عربوں سے فتح کیا۔

(دائرہ بستانی) (اض)

۵۸ اُبُدہ

بتخفیف بار (دیکھو اُبّدۃ)

۵۹ ابدغ

ایک مقام کا نام — (قاموس)

(اض)

۶۰ آبر

سجستان کا ایک گاؤں علم حدیث کے امام شیخ ابو الحسن محمد بن الحسین بن ابراہیم بن عاصم الآبری یہیں کے رہنے والے تھے ان کی ایک تالیف حضرت امام شافعی رح کے حالات میں عمدہ کتاب ہے، ان کا شمار حفاظ میں ہے رجب ۳۶۳ھ میں وفات پائی۔

معجم ص ۵۵ — (اض)

۶۱ ابراء

(دیکھو۔ برء)

۶۲ اَبراج

ملک شام کے تحصیل لاذقیہ اور اطراف صہیوں میں ایک گاؤں، لاذقیہ سے دو گھنٹے کی راہ پر۔ (دائرہ بستانی)

(اض)

۶۳ اُبراد

دیار ابی بکر بن کلاب میں چند پہاڑیاں ظبیۃ اور حواُب کے درمیان۔

(معجم البلدان ص ۷۹) (اض)

۶۴ اَبرادی

ولایت قونیہ کے ضلع تکنہ کی تحصیل آقسکی میں ایک جگہ آقسکی سے چھ گھنٹے کی راہ پر اسمیں ۱۴ گاؤں ہیں ان کے گھروں کی تعداد ۱۳۵۲ ہے۔ اور باشندوں کی تعداد ۸۸۷۴ ہے۔

(دائرہ المعارف بستانی) (اض)

۶۵ اِبراز

چند کتابوں کا نام :

(۱) ابراز الحکم من حدیث رفع القلم، مختصر تالیف شیخ تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی المتوفی بالقاہرہ ۷۵۶ھ۔

(۲) ابراز الأخبار، تالیف شیخ جمال الدین محمد بن محمد بناتۃ الفارقی المتوفی ۷۶۳ھ

(۳) ابراز المعانی من حرز الامانی، شاطبیہ کی ایک شرح۔ (دائرۃ المعارف بستانی)

(اض)

۶۶ اُبراص

"ہرشی" اور "غمر" کے درمیان ایک جگہ (دیکھو مضمون "ہرشی" اور "غمر")

(معجم البلدان ص ۷۹) (اض)

۶۷ اُبراصی

تحصیل عزیہ ضلع حلب کا ایک گاؤں۔

(دائرۃ المعارف بستانی)

(اض)

۶۸ اُبراق

عرب کے ایک پہاڑ کا نام۔

(دائرہ بستانی) (اض)

۶۹ اَبراہام[1]

(دیکھو "ابراہیم"۔)

---

[1] ابراہام (ابراہیم) یہ دو عبرانی کلموں سے۔

۷۰ ابراہیم

یہ وہی "اَبراہام" ہیں جن کا ذکر توریت مقدس میں ہے ۔ قرآن مجید (سورہ انعام' آیت ۷۴) میں ہے کہ "آزر" کے بیٹے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام اُن کے خادم یعاذر کے نام سے مشتق ہے

مرکب ہے "اب" بمعنی باپ' اور "راہام" بمعنی جمہور یا عدد کثیر یعنی جمہور کا باپ - یہ معرب دراصل عجمی نام ہے - (دائرہ بستانی) (مترجم)

لہ چونکہ حضرت ابراہیم خلیل ع ، بنو اسرائیل اور عرب اسماعیلہ کے ابو الآباء ہیں اس لیئے ان کو ابراہام (ابراہیم) یعنی جمہور کے باپ کے نام سے پکارا گیا۔ (مترجم)

سلہ ان کے والد تارخ کا بچپنے ہی میں انتقال ہو گیا تھا، چچا نے پرورش کی تھی اور چونکہ وہ مندر کے پجاریوں میں سے تھا اس لیئے "آدار" کے لقب سے پکارا جاتا تھا "آدار" قدیم کالدی زبان میں بڑے پجاری یا محافظ معبد کو کہا کرتے تھے یہی "آدار" ہے جس نے بعد کو عربی میں "آزر" کی شکل اختیار کر لی اور اسی لئے قرآن نے اس کا ذکر "آزر" کے نام سے کیا۔

(دیکھو ترجمان القرآن) (مترجم)

دیکھو S.FRAENKEL: ZEITSCHR.DER DEUTSCH. MORGENL.GESELL. (عدد ۵۶ ص ۷۲)

سلہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کے نام میں توریت اور قرآن مجید کے درمیان اختلاف ہے مضمون نگار کا خیال یہ ہے کہ قرآن مجید نے ابراہیم کے خادم کے نام "یعاذر" کو حضرت ابراہیم کے باپ کا نام "آزر" بتلایا ہے - حالانکہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد کا نام "تارخ" ہے'

لیکن درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اولاً عرب کبھی چچا اور دادا کو باپ سے تعبیر کرتے ہیں - (یہ استعمال خود قرآن مجید میں بھی ہوا ہے' جہاں پر اولاد یعقوب نے اپنے باپ یعقوب سے کہا: نعبد الٰہک و إلٰہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق" اس جگہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کو حضرت یعقوب کا باپ بتلایا ہے حالانکہ حضرت ابراہیم دادا ہیں' اور حضرت اسمٰعیل چچا - اسلئے بہت ممکن ہے کہ اس جگہ "باپ" بمعنی چچا یا دادا ہو۔ (اور ان کے چچا کا لقب آدر (آذر) تھا مترجم) ثانیاً ہو سکتا ہے کہ ان کے باپ کا نام تارخ ہو اور آذر لقب ہو قرآن مجید میں لقب اسلئے بیان کیا کہ لوگوں میں لقب ہی زیادہ مشہور تھا - ثالثاً ممکن ہے کہ آذر بطور ذم بیان کیا گیا ہو اور یہ وصف بطور علم بیان ہوا ہو اس کے معنی بعض علما کے بیان کے مطابق عبرانی زبان میں خطا کرنے والا کے ہیں اور بطور انکسار یہ ذم و تحقیر کیلیے بیان کیا گیا ہو - اور ان کے خادم کا بھی نام "جیسا کہ توریت میں ہے اسی وجہ سے مفہوم ہوتا ہے عبرانی میں اشتقاق بطور وصف خادم پر ہوتا ہے نہ بطور علم بتوں کی عبادت کے سبب آذر یعنی) حقیر پڑا - (یوسف دہلوی)

ان کا نسب نامہ توریت کے مطابق یہ ہے:
ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن ساروغ بن أرغو
بن فالغ بن عابر بن شالخ بن قینان بن
ارفخشد بن سام بن نوح (ثعلبی قصص الانبیاء
ص ۴۴) (ابن اثیر، ج ۱ ص ۶۷) اسیطرح
(سفر تکوین، اصحاح ۱۱۔ آیت ۱۰۔ ۲۱۔
اور سفر ایام اول، اصحاح اول آیت ۱۲۔ ۲۷۔
میں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس نسب نامہ میں
"قینان" کا اضافہ حسب روایت سفر تکوین،
اصحاح خامس آیت ۱۲ ہوا ہے۔

طوفان نوح کے ایک ہزار دو سو تریسٹھ برس
بعد، اور تخلیق عالم کے تین ہزار تین سو سینتیس
برس بعد ان کی ولادت ہوئی۔ (ثعلبی:
قصص الانبیاء)

سفر تکوین، اصحاح خامس آیت ۲۲۔ ۱۰
اور اصحاح ۱۱۔ آیت ۱۰۔ ۲۵۔ کی مذکورہ
تاریخوں کے ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت
ابراہیم کی ولادت حضرت نوح ؑ کے دو سو
اکیانوے برس بعد اور تخلیق عالم کے ایک ہزار
نو سو اٹھارہ برس بعد ہوئی۔

اور سب سے پہلی چیز جو اثبات رسالت میں
پیش کی وہ نمرود سے مقابلہ کا، مقدس اعلان
تھا ان کی والدہ "عوشا" (بنام "کوشا") کے ایک
غار میں پناہ گزیں تھیں۔ حضرت ابراہیم
نے یہیں پہلی دفعہ ہدایت کی روشنی پائی
(ثعلبی کی مذکورہ بالا کتاب؛ طبری ج ۱۔
ص ۲۵۶؛ زمخشری، ج ۱ ص ۱۷۲؛
بیضاوی ج ۱ ص ۱۳۳؛ ابن اثیر
ج ۱ ص ۹۶۔ یاقوت، مضمون "کوثا"
البکری ص ۴۸۵؛ المقدسی ص ۸۶۔
بابا باشرا، ص ۹۱، ابن میمون؛ دلالۃ
الحائرین فصل ۲۹)

نمرود نے خوفناک خواب دیکھے، جسکی وجہ
سے اس نے حاملہ عورتوں کی نگرانی اور
ان کے اولاد ذکور کا قتل شروع کیا۔
نمرود کے عمال قبل ولادت حضرت ابراہیمؑ
کی والدہ کے پاس بھی پہونچے ان لوگوں نے
جب جنین کی تلاش دائیں جانب کی تو جنین
بائیں طرف چلا گیا اور جب بائیں جانب
تلاش کیا تو جنین دائیں جانب چلا گیا۔

اس کے بعد یہ لوگ بے نیل مرام واپس
چلے گئے (کسائی ص ۱۱۵۔ ۱۲۰) سفر "یاشار"
(فصل نوح) میں جس قصہ کا ذکر ہے جس میں
تارخ کو اپنے بیٹے ابراہیم کے ذبح کرنے کا حکم دیا
گیا ہے اور جس میں ابراہیم کے بدلے
تارخ نے اپنی خادمہ کے بیٹے کو ذبح کر دیا
تو اس قصے کی اصل بنیاد ہم اسلامی

روایات میں بھی پاتے ہیں۔ له
تجربہ نے ایام جوانی میں معرفت الٰہی
اور ہدایت کا راستہ دکھلایا (کتاب الندور
"تلمود تداریم" فصل ۳۲) قرآن مجید سے
بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ (سورۂ انعام
آیت ۷۵ - ۷۹) جب غار سے نکل کر
اپنے والد کے گھر جا رہے تھے تو رات کے
وقت ستاروں پر نظر پڑی۔

قال ہذا ربی فلما افل کہا یہی میرا پروردگار ہے
قال لا أحب الآفلین (کیونکہ لوگ اسکی پرستش
فلما رأى القمر بازغا قال کرتے ہیں) لیکن جب وہ
ہذا ربی فلما أفل قال چھپ کے غائب ہو گیا تو بولا
لئن لم یہدنی ربی لأکونن میں چھپ جانے اور فنا ہو
من القوم الظالمین ۰ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا

له اسلامی روایت یہ ہے کہ: حضرت ابراہیمؑ
کو بطور آزمائش اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا،
حضرت ابراہیم نے ایک دن خواب دیکھا کہ بیٹے کو ذبح
کر رہا ہوں۔

یٰبنی انی اری فی المنام اے میرے پیارے بیٹے!
انی اذبحک فانظر میں نے خواب میں دیکھا
ماذا تری۔ ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں
اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔
بیٹے نے جواب دیا:
یٰابت افعل ما تؤمر اے میرے باپ! آپ شوق
ستجدنی ان شاء اللہ سے اس کام کو کیجئے جس کا
من الصابرین ۰ آپکو حکم دیا گیا ہے۔ آپ مجھے
انشاء اللہ تعالیٰ صابر پائیں گے۔
فلما اسلما وتلہ للجبین جب دونوں نے اللہ کے
وناديناه ان یا ابراہیم حکم کو تسلیم کرلیا اور باپ نے

قد صدقت الرؤیا انا کذلک بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے کروٹ
نجزی المحسنین ان ہذا لہو پر لٹایا اور چاہتے تھے کہ
البلاء المبین وفدیناه گلا کاٹ ڈالیں) اسوقت
بذبح عظیم وترکنا علیہ فی ہم نے ان کو آواز دی کہ
الآخرین سلام علی ابراہیم ابراہیم! تم نے خواب کو سچ
کذلک نجزی المحسنین انہ من کر دکھایا ہم مخلصین کو ایسا
عبادنا المؤمنین۔ ہی صلہ دیا کرتے ہیں،
درحقیقت یہ بہت بڑا امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ
تمہارے بیٹے کے عوض میں دیا، اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں
ان کے لئے یہ بات رہنے دی، ابراہیم پر سلام ہو کہ ہم نیک
بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بلاشبہ وہ ہمارے
ایمان دار بندوں میں سے تھے۔
خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے پاس قربانی کیلئے ایک
مینڈھا بھیجدیا اور ان کے بیٹے کو بچا لیا یا ابراہیم کی یہ
آزمائش تھی کہ خدا کے حکم کے سامنے دنیا کی محبوب سے
سے محبوب چیز قربان کر دینا چاہیئے اور حضرت ابراہیم علیہ
کی انتہائی اتباع و فرمانبرداری میں پورے اترے اسی
طریقۂ ابراہیمی کی یادگار ہیں مسلمانوں کو

(بقیہ صفحہ ۵۴ پر)

فلمارأی الشمس بازغة   پھر جب روشن چاند کو
قال ہذا ربی ہذا أکبر فلما   دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے
أفلت قال یا قوم انی   لیکن جب یہ بھی گم ہو گیا
بریٔ مما تشرکون ٥   تو بولا اگر میرا رب مجھے
سیدھی راہ نہ دکھائیگا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔
پھر جب چمکتے آفتاب کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے
کیونکہ یہ سب سے بڑا ہے بالآخر جب وہ بھی
غروب ہو گیا تو پکار اٹھا کہ اے قوم! میں
تمہارے تمام مشرکانہ اعمال سے بیزار ہوں
انی وجہت وجہی للذی   میں نے ہر طرف سے اپنا
فطر السموت والارض   منہ موڑ کر صرف اسی
حنیفا وما أنا من المشرکین   ذات کیطرف اپنا رخ
کر لیا ہے جس نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو
پیدا کیا ہے، اور میں اس ذات کے ساتھ کسی
کو شریک کرنے والا نہیں ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳)
ہر سال جانوروں کی قربانی کا حکم دیا گیا تاکہ وہ حضرت
ابراہیم کی اس اتباع الٰہی اور انتہائی فرمانبرداری کی
تصدیق وتجدید کریں۔ قربانی سے مقصود صرف جانوروں
کا ذبح کرنا نہیں ہے۔ بلکہ دراصل مقصود تقویٰ ہے۔
لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقوی منکم
خدا کے پاس تمہاری قربانیوں کا گوشت اور ان کا خون نہیں
پہونچتا ہے لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہونچتا
ہے۔ (مترجم)

اسی طرح ہم ان قصوں کو عبرانی کتاب قصص
الادب (شبط موسیٰ، ازمیر ۱۷۲۹ء) ص ۱۰۹-
۱۱۱) اور سفر ہیاشار (فصل نوح) میں پاتے ہیں
حضرت ابراہیم کے ان مختلف قصوں میں سے
جو نمرود کی جنگ سے متعلق ہیں (الثعلبی ص
۴۵-۴۷-الکسائی ص ۱۲۵-۱۴۰)
اور جس نے عبرانی کی اخیر ادبیات میں ایک
خاص جگہ پائی ہے (JELLINEK: BEIH HAMMIDR.
ج ۱ ص ۲۵-۳۴، سفر ہیاشار فصل نوح؛
سفر الیاہو زوطا فصل ۲۵؛ المعلم المعاذر؛
الفصول، فصل ۳۲ (یہاں پر ہم اس قصہ
کو بیان کرتے ہیں جو قرآن مجید (سورۂ انبیاء
آیت ۵۹-۶۷) اور سفر تکوین کبیر (فصل ۳۸)
سے ماخوذ ہے۔
وہ قصہ یہ ہے۔ ایک دن حضرت ابراہیم کی
قوم اپنے معبودوں پر قربانی چڑھانے کیلئے
شہر سے باہر گئی، حضرت ابراہیم نے اپنے کو
مریض ظاہر کیا، اس لیے شہر ہی میں رہ گئے،
انہوں نے ایک کلہاڑی لی اور بت خانہ
پہونچے جہاں کھانوں کے ساتھ ساتھ بتوں
کی پرستش ہوتی تھی
حضرت ابراہیم نے ان بتوں کو خطاب کرکے
فرمایا۔

مالكم لا تنطقون؟ تمکو کیا ہوگیا ہے کہ بولتے نہیں ہو!
پھر کسی بت کا ہاتھ توڑ ڈالا اور کسی کا پاؤں اور
کسی کا سر، اور کلہاڑی سب سے بڑے بت کے ہاتھ
میں رکھدی اور اس کے سامنے کھانوں کے
متعدد قاب بھی رکھدیئے۔ جب ان کی قوم لوٹی
اور اس نے یہ حالت دیکھی، تو اس کا الزام
حضرت ابراہیم پر لگایا حضرت ابراہیم نے جواب دیا
بل فعله کبیرهم هذا فاسئلوهم بلکہ یہ کام ان بتوں
ان کانوا ینطقون ۝ کے سب سے بڑے نے کیا
فرجعوا الی انفسهم فقالوا ہے خود ان ہی بتوں سے
انکم انتم الظالمون ۝ پوچھو اگر یہ بول سکتے ہوں
ثم نکسوا علی رؤسهم تب وہ لوگ آپس میں
لقد علمت ما هؤلاء باتیں کرنے لگے اور بولے
ینطقون ۝ قال افتعبدون کہ غلط بات ہم سے ہی
من دون الله ما لا ہوئی ہے۔ پھر شرمندگی
ینفعکم شیئا ولا یضرکم ۝ سے ان کے سر جھک گئے
اف لکم ولما تعبدون اور بولے کہ تمکو خوب
من دون الله افلا معلوم ہے کہ یہ بت بولتے
تعقلون ۝ نہیں اسپر ابراہیم بولے کہ
تم لوگ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے
ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہونچا سکتی ہے اور نہ ضرر
پہونچا سکتی ہے۔ اُف ہے تمہارے حال پر
اور ان چیزوں پر جنہیں تم پوجتے ہو کیا تم
اتنے ناسمجھ ہوگئے ہو۔

اس کے بعد ان کی قوم نے ان کو آگ میں ڈالدیا
جس میں تین دن یا سات دن رہے لیکن پھر
بھی اسمیں سے صحیح وسالم نکلے (دیکھو الثعلبی اور
الکسائی۔)

اور نمرود بارگاہ خداوندی سے ملعون ومردود
ہوگیا۔

حضرت ابراہیم اور ان کے متبعین فلسطین
کیطرف ہجرت کر گئے۔ اور اسی وقت سے حضرت
ابراہیم کا لقب "خلیل اللہ" پڑا۔

(الکسائی اور الثعلبی اس بیان میں "اشعیا"
۱۴۱، ۸ اور کتاب السبت، ۷، ۱۳۱، اور کتاب
الہدایا، ۲۳ سے متفق ہیں۔)

مصر میں جب ان کی بیوی حضرت "سارہ"
فرعون[1] کے عمال کے ہاتھوں گرفتار ہوکر
فرعون کے محل میں لائی گئیں۔

---

[1] یہ فرعون، فرعون موسیٰ نہیں بلکہ فرعون اول ہے
اس کا نام "رقیون" تھا در اصل بابل کا رہنے والا تھا
نہایت ہوشمند حکیم اور علوم وصنائع میں ماہر تھا لیکن
اس کے ساتھ مفلس اور تنگ دست بھی تھا اس وجہ
سے اسنے مصر کا سفر کیا وہاں اس کی بہت قدر و
منزلت ہوئی اور بادشاہ نے اعیان سلطنت میں
داخل کر لیا پھر آہستہ آہستہ سلطنت پر قابض ہوگیا
اسی نے سب سے پہلے فرعون کا لقب اختیار کیا۔

(بقیہ صفحہ ۵۶ پر)

(سفر التکوین، الاصحاح ۱۲، آیت ۱۰-۲۰، الثعلبی ص ۴۴، الطبری، ج ۱ ص ۲۲۵، ابن اثیر ج ۱ ص ۴۷) تو حضرت "سارہ" نے کہا کہ ابراہیم ہمارے بھائی ہیں تاکہ وہ ان کی وجہ سے قتل نہ کئے جائیں اور یہ انہوں نے جھوٹ نہیں کہا تھا کیونکہ دینی لحاظ سے وہ حضرت ابراہیم کی بہن تھیں۔

فرعون جب حضرت "سارہ" کو چھونے کا قصد کرتا تو اسکے ہاتھ خشک ہو جاتے اور جب علحدہ ہو جاتا تو پھر درست ہو جاتے۔ ؎

حضرت ابراہیم نے فلسطین کے شہر "سبع" میں ایک میٹھا کنواں کھودا جب لوگوں سے تکلیف پہونچی تو حضرت ابراہیم ہجرت پر مجبور ہوئے ان کے جانے کے بعد کنواں خشک ہو گیا (سفر تکوین، اصحاح ۲۱ آیت ۲۵-۳۰، الثعلبی اور ابن اثیر) لوگ فوراً ان کے واپس لانیکے لئے گئے۔ لیکن انہوں نے آنیسے انکار کیا۔ اور ان لوگوں کو سات بھیڑیں عطا کیں (سفر تکوین اصحاح ۱۶ آیت ۳۰) جب یہ کنواں کے قریب رکھی جاتیں تو پانی خوب بڑھ جاتا اور جب کوئی حائضہ عورت اس کنواں سے پانی پی لیتی تھی تو پانی گہرائی میں چلا جاتا تھا

حضرت ابراہیم نے ایک سو بیس برس کی عمر میں خود اپنا ختنہ کیا۔ (الثعلبی، ۵۹) ایک سو پچھتر برس کے سن میں وفات پائی اور حبرون میں اپنے خاندانی مقبرہ میں مدفون ہوئے (دیکھو مضمون "خلیل")

حضرت ابراہیم قیامت کے دن خدا کے بائیں جانب بیٹھیں گے اور پرہیزگاروں کو جنت میں لیجائیں گے۔

(الثعلبی، ص ۶۰، سفر التکوین الکبیر، فصل ۴۹)

؎ یہ سامی خاندان سے تھا جب حضرت ابراہیم ؑ اپنی بیوی سارہ کیساتھ مصر پہونچے تو وحدت خاندانی کی وجہ سے اس کی خواہش ہوئی کہ سامی ہی خاندان میں حضرت سارہ سے رشتہ مناکحت قائم کیا جائے لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم ؑ کی بیوی ہیں تو اب اس نے اتحاد خاندانی کیلئے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ کو جن کا عبرانی نام "ہاغار" ہے حضرت ابراہیم ؑ کی خدمت میں دیا جن سے اسمعیلی عربوں کی نسل چلی۔

(مترجم)

؎ یہ روایت کہ شاہ مصر نے حضرت سارہ کو زبردستی اپنے قبضہ میں لانا چاہا اور پھر ان کی کرامت دیکھکر اس سے باز رہا محض یہودیوں کی اختراع و ایجاد ہے ورنہ قصہ دراصل وہی ہے جو حاشیہ ماقبل میں مذکور ہوا۔ (مترجم)

ماخذ

(۱) الثعلبی، قصص الانبیاء مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۲ھ ص ۴۳ – ۴۷ – ۵۹ – ۶۰ –

(۲) الکسائی، قصص الانبیاء ص ۱۲۸ – ۱۴۵ – ۱۵۲

(۳) طبری، ج ۱ ص ۲۲۰ – ۲۲۵ –

(۴) ابن الاثیر، ج ۱، ص ۶۷ – ۹۸ –

(۵) WEIL: BIBLISCHE LEGENDEN DER MUSELMAN. ص ۷۸ – ۷۹ –

(۶) GRUNBAUM: BEITRAGE ص ۱۲۲ – ۱۳۰ –

(۷) EISENBERG: ABRAHAM INDERARAB. LEGENDE (طبع ۱۹۱۲ء)

(۸) WEISS: LEBENABRAHAMS برلن ۱۹۱۳ء (اس کتاب میں کسائی کی کتاب سے کچھ منتخب مضامین ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جس نسخہ سے انتخاب کیا گیا ہے وہ اخیر عہد کا تھا کیونکہ اس کے اکثر مضامین اصل سے مختلف ہیں)

(جے ایزنبرگ – J. EISENB ERG –

اسپرنگر (SPREN GER: LEBENUND LEHREDES MOHAMMAD ج ۲، ص ۲۷۶ – اور اس کے بعد) پہلا شخص تھا جس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ قرآن مجید نے ابراہیم کی شخصیت کو جو مختلف حیثیتوں سے بیان کیا ہے ان تمام حیثیتوں میں ان کے موسس کعبہ ہونیکی حیثیت کو سب کے بعد میں بیان کیا ہے۔

اس کے مدتوں بعد اسنوک ہرگرونییے (HETMEKKAANSCHE FEEST. ص ۲۰ – اور اس کے بعد –) آیا جس نے اس دعوی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا اس نے کہا کہ ابتدائے وحی (الذاریات آیت ۲۴ – اور اس کے بعد، الحجر آیت ۵۱ – اور اس کے بعد - الصافات آیت ۸۱ – اور اسکے بعد - الانعام آیت ۷۴ – اور اس کے بعد - ہود آیت ۷۲ – اور اس کے بعد، الانبیاء آیت ۵۲ – اور اس کے بعد، العنکبوت آیت ۱۵ – اور اس کے بعد) میں حضرت ابراہیم صرف خدا کے رسول دکھائے گئے ہیں جو دوسرے رسولوں کیطرح تبلیغ دعوت کرتے تھے اور حضرت اسمعیل کا کوئی تعلق ان سے ظاہر نہیں کیا گیا ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالے نے عرب میں حضرت ابراہیم سے پہلے کوئی رسول مبعوث نہیں کیا (السجدہ آیت ۲، سبا آیت ۴۳ یس آیت ۵) اور ان کو اول المسلمین اور موسس بیت اللہ کی حیثیت سے کبھی نہیں بیان کیا گیا - لیکن مدنی سورتیں اس کے برعکس ہیں ان میں ابراہیم "حنیفا" (دیکھو یہ مضمون "تسلیا") بیان کئے گئے ہیں جنہوں نے ملت ابراہیمی کی تاسیس، اور اپنے بیٹے حضرت اسمعیل کیساتھ ملکر کعبہ کی تعمیر کی - (البقرہ آیت ۱۱۸ – اور اس کے بعد، آل عمران آیت ۶۰، ۸۴ .... الخ) اس اختلاف کی اصلی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت نے اپنے اشاعت مذہب کیلئے مکہ میں یہودیوں پر اعتماد کیا لیکن ان لوگوں نے دشمنی کی

تو اب ضروری ہوا کہ کسی دوسرے کو ناصر و مددگار
بنائیں۔ یہیں پر آپ کو خیال ہوا کہ حضرت ابراہیم
کو ابوالعرب ہونیکی حیثیت سے پیش کرکے ایک
نئی شان اور نئے انداز میں ظاہر کریں، اسیلئے
سے آپ نے اس زمانہ کی یہودیت سے علیحدہ

ہو کر حضرت ابراہیم کی یہودیت سے رشتہ جوڑا،
جو اسلام کی تمہید تھا جبکہ آپکی تمام توجہات کا مرکز
بن گیا تو اسوقت حضرت ابراہیم کو اس مقدس
شہر کے "بیت اللہ کا بانی قرار دیا گیا۔ [1]
(اے جے ونسنک A.J.WENSINCK.)

---

[1] کسی مسلم یا غیر مسلم مؤرخ نے یہ نہیں کہا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تبلیغ دعوت میں
یہودیوں سے مدد لی، بلکہ یہ کہا کہ یہودی، مکہ اور
مدینہ دونوں جگہوں میں آنحضرت ؐ کے سخت مخالف
اور دشمن تھے۔ خود قرآن مجید میں بھی اسی طرح
بیان ہوا ہے۔
لتجدن اشد الناس   مومنوں کا نہایت ہی سخت
عداوۃ للذین آمنوا   دشمن یہودیوں اور مشرکوں
الیہود والذین اشرکوا   کو پاؤ گے اور مومنوں کیلئے
ولتجدن اقربہم مودۃ   محبت میں سب سے زیادہ قریب
للذین آمنوا الذین   ان کو پاؤ گے جو اپنے کو نصاریٰ
قالوا انا نصاریٰ"   کہتے ہیں۔
عرب جاہلیت یہودیوں کی تمام باتوں کو باعتبار
سے پسند نہیں کرتے تھے۔
بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ یہودیوں کی ہمسائیگی
کو بھی ناپسند کرتے تھے اور یہودیوں سے مقابلہ کرتے
رہتے تھے تاکہ ان کے وطنوں سے جنکو انہوں نے
اپنی ہجرت گاہ بنا لیا تھا نکال باہر کر دیں۔
یہ سب سے پہلے قرآن مجید ہی نے نہیں کہا کہ اسماعیلی
اور عدنانی عربوں کے ابوالآباء (مورث اعلیٰ)
حضرت ابراہیم ہیں، بلکہ اس سے پہلے توریت نے
تصریح کی کہ حضرت ابراہیم نے اپنی لونڈی ہاجرہ
اور ان کے بیٹے اسماعیل کو بلاد عرب میں ٹھہرایا
اور ان سے اسماعیلی عرب پیدا ہوئے۔
دین اسلام کبھی بھی یہودیت ابراہیم کیطرف
منسوب نہیں ہوا بلکہ اس نے یہودیوں کے اس
عقیدے کی، کہ ابراہیم یہودی تھے سخت تردید کی۔
خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔
ماکان ابراہیم یہودیا   (کچھ نہیں یہ سب جہل و تعصب
ولا نصرانیا ولکن کان   کی باتیں ہیں) ابراہیم نہ تو
حنیفا مسلما (۶۸   یہودی تھا اور نہ نصرانی
آل عمران)   (اور نہ کسی دوسری مذہبی
جتھا بندی کا پیرو) بلکہ (اپنے عہد کی تمام گمراہیوں سے
ہٹا ہوا، خدا کا فرماں بردار بندہ! اور یقیناً اسکی
راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہ تھی۔
اور فرمایا۔
قل یا اہل الکتاب لم تحا   اے اہل کتاب تم ابراہیم کے
جون فی ابراہیم و ما   بارے میں کیوں حجت کرتے ہو

٧١ ابراہیم

ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ
۸ھ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ
کا نام ماریہ قبطیہ تھا (دیکھو یہ مضمون)
اٹھارہ مہینے کے بعد ۱۰ھ
میں وفات پائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
شدت غم سے گریہ فرماتے تھے، لیکن

انزلت التوراۃ والا حالانکہ یہ بات بالکل ظاہر ہے
نجیل الا من بعدہ افلا کہ توراۃ اور انجیل اسکے
تعقلون ٥ بہت بعد نازل ہوئی ہیں
کیا تم اتنی موٹی بات سمجھنے کیلئے بھی عقل نہیں رکھتے؟
اسلام کسی زمانہ میں بھی یہودیت کی تمہید کا
محتاج نہیں رہا کیونکہ قرآن مجید کہتا ہے:
اسلام پہلا دین تھا جو ہدایت انسانی کیلئے اتارا
گیا پھر ادیان و مذاہب کے بنادٹی اور گمراہ
سرداروں نے اپنے ادیان و مذاہب میں تحریف
و تبدیل کردی اور صراط مستقیم سے ہٹاکر غلط راہ
پر لے آئے اس لئے مذہب کو اصلی شکل میں پیش کرنے
کیلئے خداوند تعالیٰ پیغمبروں کو بھیجتا رہا، یہاں
تک کہ سب سے آخر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مبعوث ہوئے قرآن نے فرمایا۔
شرع لکم من الدین ما وصّٰی اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے
بہ نوحا والذی اوحینا واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا
الیک وما وصینا بہ اس نے نوح کو حکم دیا تھا
ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ اور جس کو ہم نے آپکے
ان اقیموا الدین پاس وحی کے ذریعہ سے
ولا تتفرقوا فیہ ٥ بھیجا ہے اور جس کا ہم نے
ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اسی
دین کو قائم رکھنا اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالدینا
کبر علی المشرکین ما تدعوہم مشرکین کو وہ بات بڑی گراں
الیہ اللہ یجتبی الیہ من گذرتی ہے جسکی طرف آپ ان
یشاء ویہدی الیہ من کو بلا رہے ہیں۔ اللہ اپنی طرف
ینیب وما تفرقوا الا من جسکو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو
بعد ما جاءہم العلم بغیا شخص رجوع کرے اسکو اپنے
بینہم ولولا کلمۃ سبقت تک رسائی دیدیتا ہے اور
من ربک الی اجل وہ لوگ بعد اسکے کہ ان کے
مسمی لقضی بینہم وان پاس علم پہونچ چکا تھا محض
الذین اورثوا الکتاب آپس کی ضد ضدی سے باہم
من بعدہم لفی شک متفرق ہوگئے اور اگر آپکے
منہ مریب فلذلک فادع پروردگار کی طرف سے ایک
واستقم کما امرت ولا وقت معین تک ایک بات
تتبع اہواءہم وقل پہلے قرار نہ پاچکی تو ان کا
آمنت بما انزل اللہ فیصلہ ہوچکا ہوتا اور جن
من کتاب وامرت لا لوگوں کو ان کے بعد کتاب
عدل بینکم اللہ ربنا دی گئی ہے وہ اسکی طرف سے

بلند آواز سے نہیں صرف دونوں آنکھوں
سے آنسو جاری تھے آپ نے اسوقت
فرمایا: آنکھیں روتی ہیں اور دل غمگین
ہے، میں شدت غم میں کوئی ایسا لفظ
ہرگز نہ کہوں گا جس سے میرا رب
ناخوش ہو۔
اے ابراہیم! ہم تیرے غم فراق
میں محزون و غمگین ہیں،

وربکم لنا اعمالنا ولکم — ایسے شک میں پڑے ہیں
اعمالکم لا حجۃ بیننا — جس نے ان کو تردد میں ڈال
وبینکم اللہ یجمع بیننا و — رکھا ہے سو آپ اسی طرف
الیہ المصیر ٥ — بلائیے جائیے اور جسطرح
آپکو حکم ہوا ہے مستقیم رہیئے۔ اور ان کی خواہشوں
پر نہ چلئے اور آپ کہدیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں
نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور
مجھکو یہ حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان میں عدل رکھوں
اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ہمارے
عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے
ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع
کریگا اور اسیکے پاس جانا ہے۔

یہ آیتیں سورۃ شوریٰ کی ہیں اور سورۃ شوریٰ
مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

قرآن مجید اصل دین اول کیطرف جاتا ہے
جو حضرت نوح علیہ السلام کا دین تھا نہ کہ حضرت ابراہیم کا
اور قرآن نے تصریح کردی کہ حضرت ابراہیمؑ نے اصل
قیام دین کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ السلام کی
پیروی کی ہے اس حیثیت سے حضرت ابراہیم
تابع ہوئے نہ کہ متبوع۔

قرآن مجید نے جہاں حضرت ابراہیم کی اتباع
کی تصریح کی ہے۔ تو اس لحاظ سے نہیں کہ وہ سب سے
پہلے اسلام کا پیغام لیکر آئے بلکہ اس لئے کہ وہ عربوں
کی سب سے بڑی آبادی کے مورث اعلیٰ ہیں تاکہ
ان کو حضرت ابراہیم کی اتباع کا شوق ہو۔

کعبہ عجیب و غریب صنعت کی کوئی عمارت کرنگ[1]
کی طرح نہ تھی اور نہ ہی اسمیں کوئی ایسی زبردست آرائش
اور فنی تعمیر تھی کہ قومیں اسکے لئے جھگڑتیں۔
بلکہ وہ ایک سادہ چوکور عمارت تھی عرب ہر چوکور
عمارت کو کعبہ کہتے ہیں وہ عمارت ایسی تھی جیسے عام
طور سے لوگ عمارتیں بناتے ہیں۔ اگرچہ اسے
عبادت و نماز کیلئے نہ بنائیں۔ کیا حضرت ابراہیمؑ
سے جو تمام اقوام کے نزدیک بالاتفاق ایک نبی تھے
یہ بعید ہے کہ وہ خود اپنے اور اپنے بیٹے کیلئے والے
نماز و عبادت کیغرض سے ایک ایسی عمارت تیار کر لیا؟

---

[1] کرنگ احاطہ حفاظت، جو فوج یا قلعہ کیلئے
اردگرد ستونوں کھڑے کرکے بنایا جاتا ہے (مترجم)

اتفاق سے ان کی وفات کے دن سورج گرہن ہوا تو بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ان کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں ہیں ان کے گرہن کو کسی کی موت وحیات سے کوئی تعلق نہیں، جب تم لوگ گرہن

جب توریت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو عرب میں اس جگہ لایا، تو یقینی طور پر ان کیلئے ایک سادی (الیسی) عمارت تعمیر کی ہوگی جسے اپنی عبادت گاہ بنائیں

آج تک کسی قوم نے بھی ابراہیم کے بانی مصلی ہونیکی حیثیت سے کسی قسم کا اختلاف نہیں کیا تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے بنارِ کعبہ کی نسبت حضرت ابراہیم کیطرف ان کی عظمت وشان بڑھانے کیلئے کردی۔

بیت اللہ یعنی خانۂ خدا کیلئے صرف کعبہ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام مسجدیں خدا کا گھر ہیں کعبہ کی عظمت صرف اس لئے ہے کہ وہ خدا کا پہلا گھر ہے[1] جو لوگوں کیلئے مکہ میں بنایا گیا۔

(تعلیق برحاشیہ)

[1] اولیت کے علاوہ کعبہ کو اور فضیلتیں بھی ہیں:

(۱) یہ تمام اہل اسلام کا قبلہ ہے، دنیا کی تمام مسجدوں کے مصلیوں کا رخ اسطرف ضروری ہے۔

وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ — اور تم بھی جہاں کہیں ہو اپنے چہروں کو اسی جانب پھیر دو

آنحضرت نے بنارِ کعبہ کو اساس دعوت اور بنیاد مذہب نہیں بنایا، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت نے قیام مکہ کے دوران میں صحابہ کو بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔

(بقیہ تعلیق)

(۲) حضرت ابراہیم کا بھی یہی قبلہ تھا۔

(۳) یہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا مرکز ہے۔ اور یہیں سارے دنیا سے لوگ کھنچ کھنچ کر حج کیلئے آتے ہیں۔

یاتین من کل فج عمیق (۲۲ : ۲۷) — حج کی سواریاں دنیا کی ہر دور دراز مسافت طے کرتی ہوئی آئینگی۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وأمنا۔ — اور (پھر دیکھو) جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے (مکہ کے) اس گھر کو (یعنی خانہ کعبہ کو) انسانوں کی گردآوری کا مرکز اور امن وحرمت کا مقام ٹھہرا دیا۔

(۴) حضرت ابراہیم اور اسمعیل نے اسکی تعمیر کی۔

واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت واسمعیل۔ — اور (پھر دیکھو) جب ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیاد چن رہا تھا اور اسمعیل بھی اسکے ساتھ شریک تھا۔

دیکھو تو ذکر الٰہی اور نماز میں مشغول ہو جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی۔

مآخذ

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبد البر (طبع حیدر آباد) ص ۲۲-۲۳-۲۴۔

اسپرنگر اور اسنوک ہرگرونیے کا یہ قول ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے اسلام کی بنیاد دین ابراہیمی پر قائم کی اور اسی وجہ سے آپ نے اس کا اظہار مدینہ میں کیا۔"

اگر ان دونوں کا یہ بیان صحیح ہوتا، تو اس صورت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف رکھتے تھے اور وہاں کے تمام قبائل حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب تھے اس کا اعلان زیادہ مناسب ہو سکتا تھا نہ کہ مدینہ میں جہاں کے تمام باشندے خاندان ابراہیمی سے نہیں بلکہ قبائل یمن سے تھے۔ اور اگر یہاں آنحضرت اس چیز کو اپنے مذہب کی اشاعت کا ذریعہ بھی بناتے تو یہ کوئی فریب نہوتا،

(بقیہ تعلیق)

(۵) مسجد حرام میں نماز پڑھنا اور مسجدوں سے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الرجل فی بیتہ بصلوٰۃ وصلوتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوٰۃ وصلوتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلوٰۃ وصلوتہ فی المسجد الاقصیٰ بخمسین الف صلوٰۃ وصلوتہ فی مسجدی بخمسین الف صلوٰۃ وصلوتہ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلوٰۃ۔ (رواہ ابن ماجہ)

جو گھر میں نماز پڑھے گا اسکو ایک نماز کا ثواب ملے گا اور جو محلے کی مسجد میں نماز پڑھے گا اسکو پچیس نمازوں کا اجر ملے گا اور جو جامع مسجد میں نماز پڑھے گا اسکو پانچ سو نمازوں کا ثواب ہوگا۔ اور جو مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرے گا اسکو پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملے گا۔ اور جو میری مسجد میں نماز ادا کرے گا اسکو (بقیہ تعلیق) پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص مسجد حرام میں نماز پڑھے گا اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا۔

مسجد حرام تو اپنی جگہ پر مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کو بھی اور مسجدوں پر فضیلت ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے لاتشد الرحال الا الیٰ ثلثۃ مساجد۔ مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ہذا۔ سوائے تین مسجدوں یعنی مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد (مسجد نبوی) کے کسی دوسری مسجد کیلئے سفر نہ کیا جائے (متفق علیہ)

ابراہیم نخعی

ابو عمران ابراہیم بن یزید بن قلیس بن الاسود الکوفی :-

علقمہ، مسروق، اور اسود وغیرہ سے روایت حدیث کی، بچپن میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

کیونکہ یہاں اس کا کوئی موقع ہی نہ تھا۔

اسلام نے جس چیز کو اپنی دعوت کی اساس و بنیاد قرار دیا وہ سب سے پہلے "رسول" کا دین ہے۔ اس نے انسانی اختلاف کو مٹایا تاکہ خدا کی قائم کی ہوئی صرف ایک جماعت بن کر رہیں۔ اور تمام امور میں عقل و علم کی دستگیری سے کام لیں۔ اور اپنے شرائع و عقائد میں حق کی نشانیوں سے ہدایت حاصل کریں نہ کہ خاص رسولوں کی مخصوص سیرتوں[۵۲] سے اس نے اعلان کر دیا کہ ہر انسان کی تعمیر اسکی اپنی شخصی سیرت سے ہوتی ہے۔

(تعلیق برحاشیہ)

۵۲ انبیاء کرام کی سیرت مبارکہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی اور تکمیل اخلاق و روحانیت و تزکیہ نفس کا بہت بڑا ذریعہ ہے، دعوت و تبلیغ کی حقیقی اور اصلی روشنی اسی وقت سامنے آتی ہے جب کہ مبلغ و داعی از سرتا پا اپنی تبلیغ و دعوت کا نمونہ ہو، صحیح ہدایت و رہنمائی کیلئے قول کیساتھ عملی مثال و نمونہ کی بھی سخت ضرورت ہے، پیش کردہ صداقت کا کامل نمونہ ہی اپنی قوت جذب و کشش سے دنیا

خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تم اسوقت حاضر تھے

ام کنتم شہداء اذ حضر	جب یعقوب نے اپنی موت
یعقوب الموت اذ قال	کے وقت اپنے بیٹوں سے
لبنیہ ما تعبدون من	سوال کیا تھا کہ میرے بعد
بعدی قالوا نعبد الٰہک	کسکی عبادت کرو گے؟

(بقیہ تعلیق)

کی توجہ اپنی جانب کھینچ لیتا ہے، چونکہ انبیاء کرام دعوت الٰہیہ کے بہترین عملی مظہر اور واضح نمونہ ہیں اسلئے ضروری ہے کہ لوگ ان کی مقدس سیرتوں اور عملی مثالوں سے ہدایت تامہ حاصل کریں خداوند تعالیٰ انبیاء کو مبعوث کرتا ہے اور بار بار ان کے اعمال اور اسوۂ حسنہ کیطرف توجہ دلاتا ہے نیز ان کے ساتھیوں کے سوانح و حالات اور اسوۂ حسنہ کو بھی پیش کرتا ہے۔

قد کانت لکم اسوۃ	لوگو! ابراہیم اور ان کے
حسنۃ فی ابراہیم والذین	ساتھیوں کی زندگی میں
معہ (۶۰ - ۴)	تمہارے لئے یعنی تمہاری

ہدایت و رہنمائی کے لئے بہترین سیرت ہی ہے۔
خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی

ان کے تلامذہ میں، فقیہ حماد بن ابی سلیمان، سماک بن حرب، حکم بن عتیبہ، ابن عون، اعمش، اور منصور اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں۔

یہ شہرت سے بچتے تھے، امام شعبی نے ان کی وفات کی خبر سنکر فرمایا: ابراہیم نخعی نے اپنے بعد اپنا مثل نہیں چھوڑا،، ان کو جب حجاج کی موت کی خبر ملی تو

والٰہ آبائک ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق الٰہاً واحدا ونحن لہ مسلمون — ان کے بیٹوں نے جواب دیا کہ ہم صرف اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے جسکی آپ نے اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق نے عبادت کی تھی اور ہم لوگ خدا کے فرمانبردار بندے ہیں۔

تلک امۃ قد خلت لہا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولاتسئلون عما کانوا یعملون۔

یہ ایک امت تھی جو گزر چکی اس کے لئے وہ تھا جو اس نے اپنے عمل سے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم اپنے عمل سے کماؤ۔ ان کے کاموں کیلئے تم سے باز پرس نہ ہوگی! ......

(بقیہ تعلیق)
تمام دنیا کیلئے ایک نہایت ہی واضح اور سب سے زیادہ عالمگیر، اور دائمی اور کامل نمونہ ہے اور ہر حیثیت سے مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ انسانوں کے ہر گروہ کے کیلئے اسمیں ہدایت و رہنمائی کا بہت بڑا سامان ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب: ۸) — (لوگو) تمہارے لئے خدا کے رسول کی زندگی میں بہتر پیروی ہے

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی نسبت کسی خاص شخصیت، نوع، قبیلہ، یا شعبہ کی طرف نہیں ہے بلکہ اسکی اساس صرف حقا موجودات ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے انسانوں کے اختلاف اصول، اور اختلاف رنگ و وطن کے باوجود اسکی وحدت کی تاکید کی ہے

(بقیہ تعلیق)
خداوند تعالیٰ نے آنحضرت کی سوانح حیات کو ان کی نبوت کیلئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون (یونس) — (اور تم کہو) میں نے اعلان وحی سے پہلے تم میں اپنی ایک پوری زندگی بسر کی ہے کیا تم سمجھتے بوجھتے نہیں؟

قرآن نے آنحضرت کی سیرت و زندگی کی اتباع کو خدا کی محبت کا معیار قرار دیا۔

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ — اے لوگو! اگر تمکو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری اتباع، کرو خدا تم کو پیار کرے گا۔

خود آنحضرت نے فرمایا۔
ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی۔ — میں تم میں دو مرکز ثقل چھوڑ جاتا ہوں خدا کی کتاب اور اپنا عملی راستہ۔

بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور فرطِ مسرت سے رونے لگے۔ سعید بن جبیرؒ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ابراہیم نخعیؒ کے موجود رہتے ہوئے تم ہم سے فتویٰ کیوں پوچھتے ہو؟

فرمایا:

"یا ایھا الناس انّا خلقناکم من ذکرٍ و انثیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلوں اور شعبوں میں تقسیم کردیا تاکہ یہ تمہارے جان پہچان کا ذریعہ ہو خدا کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے پھر بیان کیا کہ یہ بشریت متحدہ ضروری ہوکہ اس کا صرف ایک ہی دین ہو وہ دین کیا ہو؟ سب سے پہلا دین جسکی وحی خداوند تعالیٰ نے ابوالبشرِ ثانی یعنی حضرت نوحؑ کیطرف کی، اس دین کا قیام، قانونِ فطرت پر ہے جس سے کوئی علحدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ عین فطرتِ انسانی ہے۔

اسکا قیام علم و عقل پر ہے اور معلوم ہے کہ یہ دونوں چیزیں تمام ترقیاتِ صوری و معنوی کی اصل و بنیاد ہیں اور قیامت تک انسان کے عقلی و نفسی کمال و بلندی کیلئے یہ دونوں چیزیں حد درجہ ضروری ہیں، اور ان کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

(محمد فرید وجدی)

(ماخذ: تفسیر ماجدی) اس عہد کے مقدس نفوس یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوۂ حسنہ کو بھی پیش فرمایا ہے۔

لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ (۶۰ : ۶) (مترجم)

ایک دن ناغہ کرکے روزہ رکھا کرتے تھے علمی گفتگو اسی وقت کرتے تھے، جب ان سے سوال کیا جاتا تھا۔

۹۵ھ کے آخر میں بڑھاپے سے پہلے بزمانہ حکومت انتقال فرمایا۔

ماخذ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۶۳۔ ۶۴) (راضی)

۳۷ ابراہیم بن موسیٰ

ابو اسحٰق رازی الفرار

بہت بڑے حافظ حدیث، متقن، اور ثقہ ابوالاحوصؒ، جریر بن عبدالحمید، یحییٰ بن ابی زائدۃ، ولید بن مسلم اور اسی طبقہ کے لوگوں سے روایت حدیث کرتے ہیں ان کے تلامذہ حدیث میں بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابو زرعہ، محمد بن اسمٰعیل الترمذی اور دوسرے محدثین ہیں ابوزرعہ کہتے ہیں کہ ابراہیم، ابوبکر بن شیبہ سے اتقن واصح فی الحدیث تھے، اور صفوان بن صالح سے احفظ فی الحدیث تھے ابوزرعہ نے ابراہیم بن موسیٰ سے ایک لاکھ حدیث روایت کی تھی اور اتنی ہی حدیث ابن ابی شیبہ سے بھی روایت کی تھی ۲۳۰ھ کے اندر یا اس سے پہلے وفات پائی۔ (ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۹۹) (۱۷۸)

۷۴ ابراہیم

بن احمد۔ احمد اول کا سب سے چھوٹا بیٹا۔ شوال کی بارہویں تاریخ ۱۰۲۴ھ (۴ نومبر ۱۶۱۵ء) میں پیدا ہوا۔ اپنے بھائی مراد رابع (متوفی ۱۶ شوال ۱۰۴۹ھ = ۸ فروری ۱۶۴۰ء) کے مرنے کے بعد سلطنت عثمانیہ کا بادشاہ ہوا۔ یہ سلاطین آل عثمان کا انیسواں[۱] بادشاہ تھا۔ اس کے دونوں بھائیوں "عثمان ثانی" اور "مراد رابع" نے اپنے ایام سلطنت میں اسکو بالکل نظربند رکھا، اسیوجہ سے یہ جوانی میں ضعیف الجثہ تھا وہ ہمیشہ ان کی مکاریوں اور آنیوالے حوادث سے گھبراتا رہتا تھا۔ ان امور نے اس کو دولت عثمانیہ جیسی بڑی سلطنت کی حکمرانی کے قابل نہیں رکھا۔

اسی وجہ سے اس نے حکومت کے ابتدائی دور میں انتظام سلطنت اپنے مدبر وزیر "قرہ مصطفی" کے حوالہ کیا معاہدۂ زون (۱۵ مارچ ۱۶۴۲ء) میں قرہ مصطفی (SZON) نے آسٹریا سے صلح کی تجدید کی۔ پھر نئے طور سے قلعۂ آزاف پر جنگ کی، اور فتح کیا۔

جن مختصر شورشوں سے اسکو واسطہ پڑا ان میں نصوح پاشا کی شورش جو ۱۶۴۱ء میں ہوئی تھی اہم ہے۔ اور وہ اسی وقت سے نہایت بیداری کیساتھ مالیات اور عملہ کی اصلاح، اخراجات کی مناسبت اور تحصیل مالگذاری کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا لیکن وزارت کے چار برس کے بعد محل کی سازشوں کا شکار ہو گیا ذی قعدہ ۱۰۵۳ھ (۳۱ جنوری ۱۶۴۴ء) کو اسکا سر کاٹ لیا گیا۔

سلطان اپنے اسلاف اور جانشینوں کیطرح شاہی محل کی حرموں کیساتھ عیش و عشرت میں بہت زیادہ مشغول ہو گیا۔ اپنی لونڈیوں اور دوستان باصفا خصوصاً جنجی خوجہ حسین کے مشورہ و رائے پر چلتا تھا خوجہ حسین زعفرانبولی ایک جاہل آدمی تھا چونکہ اس نے اپنی طلسمات سحریہ سے سلطان کے مرض غشی کے دورہ کا علاج کیا تھا اس وجہ سے اسکو سلطان کے مزاج میں بہت دخل تھا۔

ابراہیم اور اس کے محل والوں کی رنگ رلیوں نے خزانہ شاہی کو خالی کر دیا القاب اور مناصب ان ہی لوگوں کو عطا ہوتے تھے جو لونڈیوں میں درخور رکھتے

---

[۱] انیسواں نہیں، بلکہ اٹھارہواں بادشاہ تھا۔ (مترجم)

یا جو اس سلسلے میں گراں رشوت ادا کرتے تھے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ صدارتِ عظمیٰ اور سلطنت کے بڑے بڑے افسران قریبًا ہر سال بدلے جانے لگے۔ یہی ابتر حالت تھی کہ اس درمیان میں مالٹا کے بحری ڈاکوؤں نے کارپاتوس۔ KARPATHOS کے قریب ۲۸ ستمبر ۱۶۴۴ء میں حاجیوں کے ایک جہاز کو لوٹ لیا اسی جہاز میں غلاموں کا سردار "سنبل" بھی تھا جو قاہرہ جا رہا تھا۔ ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹ لیا اور اس کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ خبر سنکر سلطان نے انتقام کا مصمم ارادہ کر لیا سلحدار یوسف جو سلطان کے خواص میں تھا سلطان کو وینس کے خلاف جنگ کیلئے اُبھار رہا تھا۔

اسی وجہ سے ہم ابراہیم کو دیکھتے ہیں کہ وہ جمہوریہ وینس کے خلاف جنگ آزمائی میں مصروف ہے اور جون ۱۶۴۵ء میں بغیر اعلان جنگ کے جزیرۂ اقریطش (کریٹ) پر ایک قوی فوج اتار دیتا ہے۔ "ریتھمو" ——— RHETHYMO کو فتح کرتا ہے۔ "قندیا" کے مضبوط قلعوں کی وجہ سے اسکے حصار میں طوالت ہوئی اور اسی وقت سمندر "دلماشیا" میں پے در پے ترکوں کو شکست ہوئی

اس سے سلطان بیحد غضبناک ہوا اور تمام مسیحیوں کے ذبح کر دینے کا ارادہ کر لیا یا کم سے کم ان یورپینوں کو جو حکومت میں قیام رکھتے تھے۔ لیکن شیخ الاسلام کے آڑے آجانے کی وجہ سے یہ تجویز مسترد ہو گئی۔

ان جنگجوئیوں نے جو ربع صدی تک رہیں حکومت کی قوتوں کو پامال کر دیا، مگر پھر بھی سلطان عیش و عشرت سے باز نہ آیا۔ اس نے نئے نئے ٹیکس لگانے شروع کئے تاکہ اس کے محل کے مجنونانہ رنگ رلیوں کے اخراجات پورے ہوں۔ اسی وجہ سے ینگچریوں کی ماتحتی میں ایک زبردست شورش برپا ہو گئی۔ اس شورش میں علماء اور شیخ الاسلام ابو سعید بھی ان لوگوں کی مدد کر رہے تھے۔

صدر اعظم "ہزار پارہ احمد پاشا" اس برانگیختہ جماعت کا اول قربان گاہ بنا۔ اس کے بعد ۱۸ رجب ۱۰۵۸ھ (۸۔ اگست ۱۶۴۸ء) میں ابراہیم پاشا تخت سلطنت سے علحدہ کر کے چینی محل "چینیلیکوشک" میں قید کر دیا گیا جہاں تھوڑے ہی دنوں بعد پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

ابراہیم جسوقت تخت سلطنت پر بیٹھا تھا تو خاندانِ عثمانی کے اولاد ذکور میں

صرف یہی ایک تھا لیکن اس نے اپنے مرتے
وقت چار بیٹے چھوڑے، جنہوں نے سلطنت خاندانِ
عثمانیہ کی حفاظت کی۔ یہی ایک واحد خصوصیت
ہے جس کو تاریخ نے اس کے لئے محفوظ رکھا ہے[1]

مآخذ

(۱) حاجی خلیفہ: فذلکہ ج ۲، ص ۲۲۰ — ۲۳۰ — ۳۳۹ — ۳۴۰ اور اس کے بعد۔

(۲) نعیما: تاریخ، ج ۱، ص ۶۹۷؛ ج ۲ ص ۱۷۱۔

(۳) روضۃ الابرار، ص ۶۱۰ اور اس کے بعد

(۴) منجم باشی، ج ۳، ص ۶۷۹ — ۶۹۳ —

(۵) صولاق زادہ، ص ۷۶۶ — ۷۳۳ —

(۶) اولیا: سیاحت نامہ ج ۱، ص ۲۶۷ — ۲۷۴ — ۳۵۵۔

(۷) اولیا: سیاحت وغیرہ، ج ۱، ص ۱۴۶، ۱۵۱۔

(۸) RYCAUT-KNOLLES: HISTORY ETC ص ۴۹ — ۷۹ —

(۹) HAMMER: GESCHICHTE DES OSMANISCHEN REICHES ج ۵ ص ۲۹۸ — ۴۵۴ —

(۱۰) ZINKEISEN:

---

[1] ابراہیم جامع آیا صوفیا میں مدفون ہوا۔ اس نے اپنے باپ، چچا، دو بھائیوں اور اپنے بیٹے کی سلطنت دیکھی، کہا جاتا ہے کہ کسی دوسرے بادشاہ کو ایسا اتفاق نہیں ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابراہیم نام کے سلاطین کے حالات کا استقرار کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ کسی کو بھی سلطنت کا پورا موقع نہ ملا بلکہ درمیان ہی میں قتل کیا گیا، محاضرات راغب میں ابو علی الخطاط سے نقل کیا ہے کہ مہدی عباسی اپنے بیٹے ابراہیم کو بہت چاہتا تھا، ابراہیم کی ماں شکلہ نے درخواست کی کہ اس کو ولی عہد سلطنت بنایا جائے مہدی نے کہا کہ ابراہیم نام کے لوگوں کو سلطنت کا موقع نہیں ملتا ہے (بلکہ مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔)

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو قوم نے آگ میں ڈال دیا۔

حضرت ابراہیم صاحبزادۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہ رہے

ابراہیم بن مہدی کی بیعت کی گئی لیکن اسے سلطنت کا موقع نہ ملا

ابراہیم امام نے ملک کی حکمرانی کرنی چاہی لیکن وہ مقتول ہوئے۔ اور دوسرے کو یہ حصہ پہونچا۔

ابراہیم بن عبد اللہ بن حسین نے حصول خلافت کی فکر اور جد و جہد کی لیکن باوجود جلالت شان اور کثرت افواج ان کو بھی اس کا موقع حاصل نہ ہوا۔

متوکل نے اپنے بیٹے ابراہیم بن المویہ کیلئے بیعت کی، لیکن اسے بھی سلطنت کا موقع نہ ملا اور مقتول ہوا۔

(دائرۃ المعارف بستانی) (اض)

مذکورہ بالاکتاب، ج ۴، ص ۳۰۵-۸۹۲-

(۱۱) JOUANNIN:

ص ۲۴۳-۲۵۲ LATURQUIE-

(۱۲) LAJONCIERE:

HIST. DE L'EMPIRE OTTO

ص ۳۱۱-۳۱۳ MAN-

(۱۳) RANKE:

DIE OSMANNEN UND

DIE SPANI SCHE MONAR

CHIE IMXVL U. XVII JA

طبع چہارم ۶۴-۷۱ HRH 2 -

(J. H. MORDTMANN-)

(جی ایچ موردٹمان -)

۷۵ ابراہیم آغا متولی

جامع بنی امیہ دمشق کا متولی ہمالیک آل عثمان میں سے تھا۔ حرم سلطانی میں چھوٹے غلاموں کو جو حرم کے اندر خدمت بجالایا کرتے تھے تعلیم دیتا تھا ایک زمانہ تک علمی خدمت کی وجہ سے اس میں اچھی علمی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی بسا اوقات علما کی مجالس میں آ بیٹھتا تھا اور بحث ومناظرہ کرتا تھا۔

۱۰۰۰ھ میں دمشق پہونچا اور سوق البزوریہ کی ایک گلی میں سکونت اختیار کی۔ یہ ایک باصلاحیت آدمی تھا، اس نے جامع اموی کی اصلاح وانتظام میں اپنی بہتر استعداد وصلاحیت کا ثبوت دیا۔

باب جیروں کی جانب حجرۃ الساعات کے مقابل جو حجرہ تھا اس نے اسکی تعمیر کی کوئی شخص اس حجرہ کی تعمیر کیلیے توجہ نہیں کرتا تھا لوگوں کا خیال تھا کہ اس میں بہت بڑا سانپ ہے یہ حجرہ ایک شخص رمضان مرادی کے قبضے میں تھا اس کے مرنے کے بعد اس کے قبضہ وانتظام کیلیے کوئی تیار نہیں ہوا۔ جب ابراہیم آغا آیا تو اس نے بہت اچھی تعمیر کی، اور عمارت میں بہت کچھ مفید اصلاحات کئے۔

۱۰۲۱ھ میں وفات پائی۔

(دائرہ بستانی)

(اض)

۷۶ ابراہیم بن ابی تاشفین

(دیکھو "بنو مرین")

(اض)

۷۷ ابراہیم بن ابی الحسن

(دیکھو "ابو سالم ابن ابی الحسن")

(اض)

۷۸ ابراہیم بن احمد
ابو اسحٰق

یہ خاندان اغالبہ (امرائے قیروان افریقہ)
کا نواں بادشاہ ہے گو اس نے اپنے بھائی
محمد ابوالغرانیق کی موت کے وقت اس کے
سامنے سخت قسمیں کھائی تھیں کہ وہ اپنے
بھتیجے ابو عقال کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔
لیکن اپنے بھائی کے مرنے پر ۶ جمادی الاولیٰ
۲۶۱ھ مطابق ۱۶ فروری ۸۷۵ء کو
اہل قیرواں کی امداد سے تخت نشین ہوا
ابراہیم ان دو متضاد باتوں کی
وجہ سے مشہور ہے۔

(۱) عمارت بنوانے کا شوق۔
(۲) وحشیانہ بے رحمی چنانچہ اس نے
رقادہ میں قصر ابد بنوایا اور اسی طرح
ساحل بحر پر رات کے خطرناک حملوں
سے بچنے کیلئے منارے بنوائے اس
وجہ سے بعض دوسری عمارتیں بھی
غلطی سے اس کی طرف منسوب کر دی
گئی ہیں۔

اس نے متعدد جنگوں میں حصہ لیا
جن میں سے قابل ذکر وہ جنگ ہے جس میں
وہ عباس طولونی کے مقابلے میں شریک ہوا
جب کہ اس نے اپنے باپ احمد طولونی
بانئے خاندان طولونیہ مصر کے خلاف
۲۶۶ھ مطابق (۸۷۹ — ۸۸۰ء)
میں بغاوت کی تھی۔

اغالبہ کی جماعت کو شکست دینے کے
بعد جو محمد بن قرہب کی زیر قیادت وادی
"وردسا" میں تھی اس نے پہلے "لبدہ" کا
اور بعد ازاں "طرابلس" کا محاصرہ کیا
چنانچہ اس شہر کی امداد کیلئے "جبل نفوسہ"
کے اباضی فرقہ کے لوگ (جن کے حالات
"اباضیوں" کے ماتحت درج ہیں) اپنے
سردار الیاس بن منصور کی زیر قیادت
روانہ ہوئے انہوں نے عباس کے لشکر
کو شکست دے کر مصر کی طرف ۲۶۷ھ مطابق
(۸۸۰ — ۸۸۱ء) میں بھگا دیا۔

ذی الحجہ ۲۶۸ھ مطابق ماہ جون و جولائی
۸۸۲ء میں بربریوں کی بغاوت میں محمد بن
قرہب مارا گیا اس بغاوت کو ابراہیم
کے بیٹے ابوالعباس نے جاکر فرو کیا، ابھی
اس بغاوت کا خاتمہ نہ ہونے پایا تھا کہ ابوالعباس
جزیرۂ سسلی بھیجا گیا جہاں وہ ۸۷۸ء میں
سرقوسہ پر قابض ہو گیا۔ بعد ازاں خلیفۂ
عباسی کے حکم سے ابراہیم بھی ماہ رجب ۲۸۹ھ

مطابق ۔ ماہ جولائی ۔ واگست ۸۹۲ء میں
پہونچ گیا اور طبریں پر قبضہ کرلیا ۔
پھر دریا کو عبور کرکے کستنۃ کا محاصرہ
کرنے لگا لیکن اسی محاصرے کے دوران
میں ابراہیم کا دستوں کے مرض سے
۱۹ ذی القعدہ ۲۸۹ھ مطابق ۲۶ اکتوبر
۹۰۲ء میں انتقال ہوگیا ۔
اس کی لاش قیروان بھیجی گئی جہاں
وہ یکم محرم ۲۹۰ھ مطابق ۵ دسمبر ۹۰۲ء
کو دفن کیا گیا ۔
مورخین بالاتفاق اسپر سنگدلی اور
بے رحمی کا الزام لگاتے ہیں اور اس کی
کئی مثالیں پیش کرتے ہیں مثلاً غلاموں،
باشندگان رقادہ اور اہل تونس کا
قتل عام نیز اپنے طبیبوں، وزیروں
نوکروں یہاں تک کہ اپنے بیٹے ابوالاغلب
اور اپنے آٹھوں بھائیوں کا قتل کرنا ۔
ان تمام باتوں پر بے بنیاد خوف نے
اس کو آمادہ کر رکھا تھا اور اس مقصد کیلئے
اس نے حبشیوں کو اپنا محافظ (باڈی گارڈ)
مقرر کر رکھا تھا اور وہی اس کے
نزدیک قابل اعتبار اور اس کی
سنگدلی کا ذریعہ تھے ۔

ماخذ

(۱) ابن اثیر: الکامل (طبع ٹورنبرگ)
ج ۷، ص ۱۹۵ ۔ ۱۹۸ ۔ ۲۲۲ ۔
اور اس کے بعد ۲۲۵ ۔ ۲۵۸ ۔
۳۴۹ ۔ ۳۵۱ ۔ ۳۶۰ ۔
(۲) ابن عذاری: تاریخ افریقیہ والاندلس
ج ۱، ص ۱۰۹ ۔ ۱۱۷ ۔ ۱۲۳ ۔ ۱۲۷ ۔
(۳) ابن خلدون: تاریخ افریقیہ وصقلیہ
(طبع DESVERGERS مع ترجمہ
پیرس ۱۸۴۱ء) اصل ص ۵۵ ۔ ۶۰ ۔
اور ترجمہ ص ۱۳۶ ۔ ۱۴۴ ۔
(۴) الشماخی: کتاب السیر
(طبع قاہرہ تاریخ طبع ندارد) ص ۲۲۵ ۔
(موافق ابن الرقیق)
(۵) المقریزی: الخطط (طبع قاہرہ ۱۲۹۰ھ)
ج ۱، ص ۳۳۰ ۔
(۶) دیکھو نویری کا جو ابن خلدون المسمی
بہ "تاریخ بربر" کے فرانسیسی ترجمہ از
DE SLANE ج ۱ کے آخر میں ملحق ہے
ص ۳۹۸ ۔ ۴۰۳ ۔
(۷) ابن ابی دینار: المونس ص ۴۹ ۔
اور اس کے بعد ۔
(۸) COSTA-LUZI اور

LAGUMINA:
LACRONACA SICULA – SAR
ACENA (دلیچ پلرسو ۱۸۹۰ء)
ص ۳۲ – ۳۹ –
(۹) AMARI:
BBLIOTECA ARABO-SECULA
اس کے مختلف مقامات میں۔
(۱۰) AMARI:
STORIA DEI MUSULMANI
DI SICILIA ج ۲، ص ۷۲ – ۹۳ –
(۱۱) یونانی ماخذ جس کا ذکر
ESSAI DE نے MURALTCHRO
NOGRAPHIEBYZANTINE —
میں کیا ہے (پیٹرسبرگ ۱۸۹۷ء) ص ۴۵۶ –
اور اس کے بعد ، ۴۶۰ – ۴۷۷ –
اور اس کے بعد ۴۸۰ –
(۱۲) FOURNEL:
LES BERBERES
ج ۱، ص ۳۲۳ – ۵۲۴ – ۵۲۵ –
۵۲۹ – ۵۳۹ – ۵۵۸ – اور اسکے بعد
۵۶۳ – اور اس کے بعد ۵۷۱ – ۵۸۳ ،
(۱۳) A.MULLER:
DER ISLAM ج ۱، ص ۵۴۸ –
۵۵۲ – اور اسکے بعد ۵۵۵ –

اور اس کے بعد ۵۶۰ – ۵۹۶ –
(رینی باسٹ — RENE BASSET

۷۹ ابراہیم بن ادہم

بن منصور بن زید بن جابر (ابو اسحاق) تمیمی عجلی:

بلخ کے مشہور زاہد

مختلف سندوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات ۱۶۰ھ – ۱۶۶ھ (۷۷۶ – ۷۸۳ء) کے درمیان میں ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بیزنطینیوں کے خلاف بحری جنگ میں شرکت کے وقت ان کی وفات ہوئی (حلیۃ الاولیا، قلمی ہالینڈ ج ۱، ص ۱۸۹) ان کے بھانجے محمد بن کناسۃ کوفی المتوفی [illegible]ھ مطابق ۸۲۲ء نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کے زہد، خصائل حمیدہ، اور شجاعت کی تعریف کی ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ ان کی قبر شہر کے مغربی قبرستان میں ہے۔ (اغانی ج ۱۲ ص ۱۱۳ س ۷ سے اور اس کے متصل) ایک دوسری روایت کے مطابق بلاد روم کے قلعہ "سوقین" میں مدفون ہوئے

(یاقوت: معجم البلدان طبع کردہ ووسٹنفلڈ ج ۳ ص ۱۹۶، س ۱۴) [۱] حلیۃ الاولیا کی اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صوفیت میں داخل ہونیکے بعد بلاد شام کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور یہیں اپنی وفات تک مزدوری کرکے زندگی بسر کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے ان سے خراسان چھوڑنیکی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا: "میں نے زندگی کا آرام، بلاد شام میں پایا" اپنے دین کو لئے ہوئے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر بھاگا چلتا تھا، دیکھنے والا کہتا تھا کہ یہ وہمی ہے، یا مزدور"۔ یہ ظاہر ہے کہ ابراہیم بن ادہم کا متصوفانہ قصہ بودھ کے قصہ پر ڈھال لیا گیا ہے (ملاحظہ ہو GOLDZIHER: A. BUDDHISMUS HATASA AZ ISZLAMRA اس کا اختصار T. DUKA. نے مجلہ اسیویہ ۱۹۰۴ء ص ۳۳۲ اسے اور اس کے بعد میں کیا ہے)

اس قصہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بلخ کے امیر تھے ایک دن شکار کیلئے باہر نکلے، لومڑی یا خرگوش کے پیچھے گھوڑا دوڑایا، یکایک غیب سے ندا آئی "اے ابراہیم! کیا تم اسی لئے پیدا ہوئے ہو اور اسی کا حکم دیئے گئے ہو" پھر زین سے آواز آئی "خدا کی قسم، تم اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوئے" اور نہ اس کا حکم دیئے گئے۔ بس اسی وقت یہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے، گھوڑا اور تمام سامان اپنے باپ کے چرواہے کے حوالہ کیا، اور اس کے بدلے صوف کا جبہ اس سے مانگ کر پہن لیا اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے کام میں لگ گئے۔ ان کی صوفیت اختیار کرنے کے متعلق، مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہو گولڈزیہر کی مذکورہ بالا کتاب، اور فوات الوفیات مطبوعہ بولاق ۱۲۳۸ھ ج ۱، ص ۳، س ۱۹ اور اس کے بعد) ان کے اقوال و حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زاہد و عابد اور عملی تصوف پر عامل تھے اس نظریۂ تصوف کو جس نے

---

[۱] ایک روایت کے مطابق شہر "صور" میں مدفون ہوئے جو ساحل شام کا ایک شہر ہے۔

توفی ابراہیم بالجزیرۃ وحمل الی صور فدفن بہا۔ سنۃ احدی وستین و مائۃ س
(کتاب اختیار الرفیق لطلاب الطریق لابی العباس شہاب الدین احمد بن سلامہ، قلمی)

مرآۃ الاسرار میں ہے:
(قبر ابراہیم بن ادہم) بعضے گویند در بغداد پہلوئے امام احمد بن حنبل است و بعضے گویند در شام آنجا کہ خاک لوط پیغمبر علیہ السلام است وصاحب نفحات گوید کہ بشام وفات کرد در سنہ احدی وستین و مائۃ و بروایتے در سنہ ست وسبعین ومائۃ و بتوبیے غرہ ماہ شوال سنہ سبع وثمانین و مائۃ (مرآۃ الاسرار قلمی) (مترجم)

بعد میں نشوونما پایا، ان کے تصوف میں
تلاش کرنا عبث ہے۔ متقدمین صوفیوں
کی طرح ان کا کھانا پینا قواعد دین کے مطابق تھا۔
ان کا توکل ایسا نہ تھا کہ ہاتھ پر ہاتھ
دھرے بیکار بیٹھے رہیں، اور حلال روزی کی
طلب کو ذلیل سمجھیں بلکہ اس کے برعکس
وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور اس قسم
کے دوسرے کاموں سے روزی حاصل
کرتے تھے۔ اگرچہ وہ سائل کے سوال
کو محض اس لئے جائز سمجھتے تھے کہ وہ لوگوں
کیلئے نیکی کا ذریعہ ہے، اس سے ثواب
میں زیادتی اور گناہ میں کمی ہوتی ہے۔
مگر وہ اس سوال کو ذریعۂ زندگی بنا لینے کے
مخالف تھے۔

ان کا بیان ہے کہ سوال دو قسم کا
ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ لوگوں کے دروازوں
پر سوال کرتا پھرے
اور دوم یہ کہ مسجد میں بیٹھ جائے
اور تہیہ کرلے کہ میں نماز پڑھوں گا، روزہ
رکھوں گا، خدا کی عبادت کروں گا اور
کوئی جو کچھ مجھے دیدے گا اسکو میں لے لوں گا
یہ دوسری صورت سوال کی بدترین
صورت ہے۔

ابراہیم کو ان کی تین بار کی مسرتیں
اور خوشیوں میں، ایک اسوقت حاصل
ہوئی، جب انہوں نے ایک مرتبہ اپنے
پوستین پر نظر ڈالی تو جوئیں کی کثرت سے
پوستین کا بال نہیں معلوم ہوتا تھا۔
(القشیری: الرسالۃ، طبع قاہرہ، ۱۳۱۹ھ
ص ۴۳۸)

ابراہیم کے اس مندرجہ ذیل قصہ میں،
اسلامی تصوف کے اعتبار سے ہندی اور
سریانی تصوف کے خصائص زیادہ
پائے جاتے ہیں:-

اب ہم زہد سے متعلق، ان کے بعض
اقوال بیان کرتے ہیں:

"فقیری آسمان میں ایک خزانہ ہے
جسے خداوند تعالیٰ اپنے خاص بندوں
کو عطا فرماتا ہے"۔

"عارف باللہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ
خیر و عبادت اور خدا کی حمد و ثنا میں
سب سے زیادہ مشغول رہے"۔

ابو یزید جذامی نے کہا تھا کہ "عابدوں
کی غایت "جنت" ہے"۔

ابراہیم بن ادہم نے اس کی تردید کی
اور کہا کہ "عابدوں کی سب سے بڑی غایت
یہ ہے کہ خدا ان سے خوش ہو"۔

اگرچہ اس قسم کے اقوال،

زہد کی سرحد سے گذر کر تصوف کی حد میں
داخل ہیں لیکن پھر بھی ہم ابراہیم کو ان
زاہدوں میں شمار نہیں کرتے جو زہد کے
حدود سے نکل کر تصوف میں چلے گئے۔

ان کے دینی مذہب کی اساس و بنیاد
دو چیزوں پر قائم ہے۔
دنیا سے اعراض، اور نفس کی
تادیب ان دونوں سے جو طمانیت نفس
اور سعادت حاصل ہوتی ہے وہ تامل اور
ذہول نفس سے حاصل نہیں ہوتی۔
(نکلسن NICHOLSON

برلن میں ابراہیم بن ادہم کا قصہ عربی
زبان میں قلمی موجود ہے۔
(دیکھو BROCKELMANN:
GESCH.D.ARAB.LITT.
ج ۲ ص ۱۰۳۰) اس مخطوطہ کے مضامین سے متعلق
معلومات AHLWARDT کی VERZ. میں ہیں ([illegible])
جو درویش حسن رومی کی ترکی کتاب سے
ترجمہ کیا گیا ہے۔

پھر اس کا اختصار احمد بن یوسف سنان
قرمانی دمشقی (متوفی ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۱ء) نے کیا
درویش حسن رومی کی ایک اور قلمی
کتاب ملتی ہے جس کا نام "سیرۃ السلطان
ابراہیم بن ادہم" ہے حبیب الزیات نے
اپنی کتاب خزائن الکتب فی دمشق
(ضواحیہا ص ۳۹ نمبر ۱۳۰/۲ میں بیان
کیا ہے۔

گوتھا کے کتب خانہ میں ایک نظم
جس کی سرخی "قصہ ولی الہ ادہم" ہے
ایک قلمی مجموعہ میں ملی ہے
(ملاحظہ ہو PERTSCH.
DIE ARAD·HSS· نمبر ۲۷۵۴)

ابو الحسن (حسین) محمد نے اردو زبان میں
"گلزار ابراہیم" کے نام سے ابراہیم بن ادہم
کا قصہ لکھا ہے (۱۸۶۵ء میں میرٹھ میں
طبع ہوئی اور پھر ۱۸۶۹ء میں لکھنؤ میں
پتھر پر چھاپی گئی۔ اور ۱۸۷۰ء میں کانپور
میں طبع ہوئی ملاحظہ ہو
J.F.BLUMHARDT CAT. OF
HINDUSTANI-PRINTED
BOOKS BRIT.
MUS. —— ص ۲۱۶
اور ملاحظہ ہو GARCIN DE TASSY
DE LA LITT. HINDOUIE
ET HINDOUSTANIE
ج ۱ ص ۱۰۱)

ملائی زبان میں بھی ابراہیم بن ادہم کا
قصہ ملتا ہے جس کو ڈاکٹر
J.J.DEHLLANDER

نے اپنی کتاب HANDLEIDING BIJ DE BEOEFENING DER MALEISCHE TAAL-EN LETTERKUNDE مطبوعہ ششم بمقام BREDA ۱۸۹۳ء
ص ۳۴۸ تا ۳۵۰ میں اس طرح ملخص کیا ہے۔
سلطان ابراہیم، ملک عراق پر چند سال اچھی طرح حکومت کرنے کے بعد، کاروبار سلطنت اپنے معتمد وزیروں کے حوالہ کرکے ادائے حج کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوئے

جب کوفہ پہونچے تو وہاں سیدہ صالحہ بنت شریف حسن سے ملاقات ہوئی انہوں نے اس سے نکاح کر لیا لیکن سفر حج کی وجہ سے جلد ہی اس سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ پھر بیس برس کے بعد مذکورہ بالا خاتون کے بطن سے ان کا لڑکا محمد بن طاہر اپنے باپ کی زیارت کیلئے مکہ معظمہ پہونچا، یہاں ابراہیم دنیا سے علحدہ ہو کر مسجد حرام میں مصروف عبادت تھے،

چونکہ ابراہیم نے تہیہ کر لیا تھا کہ ساری عمر دنیا سے الگ رہ کر خدا کی عبادت کریں گے اس لئے سلطنت کی انگوٹھی بطور نشانِ حق سلطنت اپنے بیٹے کے حوالہ کی اور کہا کہ تم عراق جاؤ اور وہاں سلطنت سنبھالو ان کا بیٹا عراق روانہ ہوا وہاں وزیر نے ان کے حق سلطنت کا اقرار کیا، لیکن اسکے باوجود انہوں نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں نہیں لی وزیر کے حوالہ کیا اور باپ کا سارا خزانہ بھی وزیر ہی کو سونپ دیا۔

یہ قصہ ملائی زبان میں دو قسم سے ملتا ہے ایک مختصر، اور دوسرا طویل،
(مختصر قصہ کو ہولینڈی ترجمہ کیا تھا

P.P. ROORDA VAN EYSINGA: نے LEVENSSCHETS VAN SULTHAN IBRAHIEM, VORST VAN EIRAKH.
میں ۱۸۲۲ء کو بٹاوہ میں چھاپا۔ اور پھر ۱۸۴۶ء میں۔

L. LENTING: نے GESCHIEDENIS VAN SULTHAN IBRAHIEM ZOON VAN ADAHAM, VORST VAN IRAKH تعلیقات کے ساتھ BREDA میں شائع کیا۔

سنہ ۱۸۹۰ء میں A.REGENSBURG
نے اس کو بٹاوہ میں نئے طور سے شائع
کیا ہم اسکے بعد اس نے سنہ ۱۸۹۱ء میں اسکو
لاطینی زبان میں بٹاوہ ہی سے شائع کیا!
طویل قصہ کے متعلق بیان کیا جاتا
ہے کہ یہ شیخ ابوبکر جعفری کی عربی کتاب کا
ترجمہ کیا گیا ہے۔
(دیکھو PH.S.VAN RONKEL:
CATAL. DER MALEISCHE
HANDSCHRIFTEN VAN
'HET BATAVIAASCHGENOO..
TSCHCHAP ' ص ۱۲۰ — ۱۳۲
نمبر ۱۱۷ — ۱۲۲ =
VERHAND
ELINGEN VAN HET BATAVI
AASCH GENOOTSCHAPVA
N KUNSTEN EN WETENSC
HAPPEN— (جلد ۵۷
ابراہیم بن ادہم کے قصے، جن کے بعض مقامات
مطبوعہ مضامین کے مطابق ہیں، کتاب بستان
السلاطین" جہ ۴، فصل ۱ میں بھی ملتے ہیں
یہ کتاب اچہ میں تالیف ہوئی ہے۔
سنہ ۱۰۴۰ھ ۔ سنہ ۱۶۳۰ء ۔ سنہ ۱۶۳۱ء
(دیکھو H.N.VANDER TUUK:
BIJDRAGENTOTDETAAL—
LAND-EN VOLKENKUNDE
VAN NED LNDIE ' مجموعہ سوم، جہ ۱
ص ۴۲۴ — اور اس کے بعد نمبر ۱۷!
اور دیکھو خود سوٹف کی کتاب
MALEISCH LEESBOEK
جو GRAVENHAGE میں سنہ ۱۸۹۷ء
میں طبع ہوئی ہے۔ ص ۴۰ — ۴۸۔
اور دیکھو VANRONKLE— کا مضمون
نمبر ۵۵) نیز ہادی تصنیفات میں بھی
ملتے ہیں
LASMAS (P) SALATIN
(کتب خانہ برٹش میوزیم میں)
دیکھو G.NIEMANN:
INLEIDING TOT DE KEN
NIS VAN DEN ISLAM
ص ۴۷۹) اور نووی میں،
دیکھو J.H.G.CUNNING
اس رسالہ میں جو سنہ ۱۸۸۱ء میں لیڈن
میں طبع ہوا ہے، ص ۲۱ — اور اسکے بعد!
A.C.VREEDE:
CATAL. VAN DE JAVAANCHE
HANDSCHR. DER LEIDSCHE
UNIV. BIBL.
ص ۳۰۳ — نمبر ۲۲۱ —
ان قصوں کو

P.P. ROORDA VAN EYSINGA
(ایمسٹرڈم ۱۸۴۳ء) اور
C.F. WINTER
(بٹاوہ ۱۸۸۲ء ۱۹۰۸ء) دونوں نے
جاوی زبان میں نظم کیا ہے۔
دوسرے نے اپنی نظم کی بنیاد اس مضمون
پر رکھی ہے جسے F.L. WINTER
نے نثر میں لکھا ہے (سمرنج ۱۸۸۱ء)؛
اور دیکھو VREEDE کی مذکورہ بالا
کتاب ص ۳۱۶ — اور اس کے بعد
یہ قصے سونڈا SUNDA زبان میں
بھی نقل کئے گئے ہیں (۱۸۵۹ء اور
۱۸۸۹ء میں بٹاوہ میں طبع ہوتے ہیں
دیکھو H.H. JUYNBOLL:
CATAL.VAN DE MALEISC
HE EN SOENDANEESCHE
HANDSCHR.DER LEI
DSCHE UNIV. BIDL.
ص ۳۲۰ — اور اس کے بعد نمبر ۳۸۱ —
۳۸۲ — اور ملحق میں ص ۳۴ — اور
اس کے بعد، نمبر ۶۳)
اور بوجینیہ BUNGINAISE زبان میں بھی
(ملائی زبان سے) یہ قصہ نقل کیا گیا ہے۔
(دیکھو B.F. MATTHES:
KORT VERSLAG AANG AAN
DE. MAKASSAAR SCHE'EN
BOEGINEESCHE HANDSCHR
(ص ۳۲، نمبر ۹۵ —
(آرنڈنک C.VAN ARENDONK)

مآخذ

ان مآخذ کے علاوہ جو درمیان مضمون
میں بیان کئے گئے ہیں دیکھو مندرجہ
ذیل مآخذ :

(۱) ابوعبدالرحمن السلمی: طبقات الصوفیہ
قلمی برٹش میوزیم، نمبر F. 4 A

(۲) ابو نعیم اصفہانی: حلیۃ الاولیا
قلمی، ہالینڈ ج ۱، نمبر ۱۸۲ —
(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے عربی
مجلس مترجمین نے اس کا ایک قلمی نسخہ
کتب خانہ ازہر شریف مصر میں پایا جس کا
نمبر ۵ ہے۔)

(۳) القشیری: الرسالۃ مطبوعہ قاہرہ
۱۳۱۸ھ ص ۹ س ۱۲ — اور اسکے بعد۔

(۴) الہجویری: کشف المحجوب، ترجمہ
نکلسن، ص ۱۰۳ — اور اس کے بعد۔

(۵) العطار: تذکرۃ الاولیا طبع نکلسن،
ج ۱، ص ۸۵ — ۱۰۶ —

(۶) جامی: نفحات الانس (طبع LEES) نمبر ۱۴ ۔

(۷) الشعرانی: الطبقات الکبریٰ، جہ ۱، ص ۹۱ ۔

(۸) ابن خلکان (طبع وستنفلڈ) ص ۱۴۳ اور اس کے بعد۔

(۹) الکتبی: فوات الوفیات، جہ ۱، ص ۳ ۔

(۱۰) V.KREMER: GESCH.DER HERRSCHENDEN IDEEN DES ISLAMS ص ۵۷ اور اس کے بعد۔

(۱۱) NICHOLSON: دیکھو ابراہیم بن ادہم کے متعلق اس کا مقالہ، ZEITSCHR.FUR ASSYRIOL جہ ۲۶، ص ۲۱۵ ۔ ۲۲۰ ۔

(۱۲) GOLDZIHER: VORLESUNGEN UBER DEN ISLAM ص ۱۶۳ ۔

(۱۳) E.G.BROWNE: LIT.HIST OF PERSIA جہ ۱، ص ۴۲۵ ۔

(۱۴) قصۂ ابراہیم بن ادہم کا ایک حصہ (NICHOLSON ۔ نکلسن) نئی حیثیت سے JOURN.ROY. ASIAT. SOC. سنہ ۱۹۰۹ء ص ۱۵۷ ۔ اور سنہ ۱۹۱۰ء ص ۱۶۷ میں مصور کیا گیا ہے ۔

۸۰ ابراہیم بن عیسیٰ

اپنے عہد کا مشہور اور فاضل طبیب، بغداد میں "یوحنا بن ماسویہ" سے تعلیم حاصل کی اور استفادہ کیا ۔

امیر احمد بن طولون کا طبیب خاص تھا ہمیشہ اس کی خدمت میں رہا مصر میں بھی اس کے ساتھ تھا اور فسطاط مصر میں آخر دم تک مقیم رہا سنہ ۲۶۰ھ میں وفات پائی ۔

(طبقات الاطبا ر ابن اصیبعہ جلد دوم ص ۸۳ مطبوعہ مصر)

(اض)

۸۱ ابراہیم ابو المنیٰ

بن رئیس موسیٰ بن میمون

فسطاط مصر کا باشندہ، فن طب کا مشہور عالم اور عملی حیثیت سے بھی زبردست ماہر، الملک الکامل محمد بن ابی بکر بن ایوب کا

طبیب خاص تھا، لیکن شاہی محل سے قاہرہ کے شفاخانہ میں بھی مریضوں کے علاج کے لیے آیا کرتا تھا۔

اس زمانے میں ابن اصیبعہ مصنف طبقات الحکماء، مصر کے شفاخانہ میں طبیب تھا وہ لکھتا ہے: کہ ابراہیم ابوالمنی لابنے قدکا دبلا پتلا آدمی تھا، طنّار، اور خوش گفتار تھا فن طب میں خاص امتیازی مہارت رکھتا تھا ۶۳۶ھ میں مصر میں وفات پائی۔

ماخذ

(طبقات الحکماء ابن اصیبعہ جلد دوم ص ۱۱۸ مطبوعہ مصر)

(اض)

۸۲ ابراہیم بن حبیب الفزاری

حکماء اسلام میں مشہور امام اور عالم، سلسلۂ خاندان مشہور صحابی سمرۃ بن جندب تک پہونچتا ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں اسطرلاب استعمال کیا۔ اس کی ایک کتاب تسطیح کرہ میں بھی ہے تمام مسلمانوں نے اس کا استعمال اسی سے سیکھا، اس کا رجحان علم فلک اور اسکے متعلقات کی طرف تھا۔

اس کی بعض تصانیف یہ ہیں۔

(۱) کتاب القصیدہ فی علم النجوم۔
(۲) کتاب المقیاس للزوال۔
(۳) کتاب الزیج علی سنی العرب۔
(۴) کتاب العمل بالاسطرلابات ذوات الحلق
(۵) کتاب العمل بالاسطرلاب المسطح۔

ماخذ

(اخبار الحکماء ص ۴۲ مطبوعہ مصر)

(اض)

۸۳ ابراہیم بن سنان

بن ثابت الصابی الحرانی ابو اسحق

انواع علوم حکمیہ کا عالم، بیحد ذہین اور عاقل ایسا ذہین آدمی دیکھنے میں نہیں آیا، عام علوم حکمیہ میں سے اس کو فن ہندسہ کی طرف خاص رجحان تھا، اس فن میں اس کی عمدہ تالیفات ہیں علم نجوم میں بھی اس کی چند کتابیں ہیں علم نجوم کی پہلی تصنیف کتاب "آلات الاظلال" سولہ یا سترہ برس کے سن میں لکھنا شروع کیا فن ہندسہ میں اس کے تیرہ مقالے ہیں جس میں اس فن کے سخت مشکل، اور مفید مسائل سے بحث کی ہے۔

ماخذ

(اخبار الحکماء جمال الدین القفطی ص ۴۲ - ۴۴)

(اض)

۸۴ ابراہیم بن سعید

بن عبداللہ النعمانی
(دیکھو "ابواسحق الحبالی")

۸۵ ابراہیم بن محمد

بن حسین بن شنشطیر الاموی۔
(دیکھو "ابواسحق ابراہیم بن محمد بن حسین")

۸۶ ابراہیم بن محمد الہمدانی

البزار
(دیکھو "ممسوس ابواسحق ابراہیم")

الضبی، غندر، یحییٰ القطان، اور دوسرے محدثین سے کرتے ہیں۔

ان کے تلامذۂ حدیث میں ابوزرعہ، مسلم، ابویعلی، احمد بن الحسن الصوفی، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں

ابوحاتم نے ان کو "صدوق" (صادق الروایۃ) کہا ہے۔ اور ابن معین نے توثیق کی ہے رمضان المبارک ۲۳۱ھ میں انتقال کیا۔

(ذہبی: تذکرۃ الحفاظ طبع حیدرآباد ج ۲، ص ۲۲)

(ا ض)

۸۷ ابراہیم بن یعقوب السعدی

(دیکھو "ابواسحق الجوزجانی")

۸۸ ابراہیم بن الجنید

(دیکھو "ابواسحق الختلی")

۸۹ ابراہیم بن محمد

بن عرعرۃ بن البرند ابواسحق الشامی البصری؛

حافظ حدیث اور صادق الروایۃ ہیں روایت حدیث احمد بن سلیمان

۹۰ ابراہیم بن یوسف

ابواسحق الباہلی البلخی۔
(دیکھو "الماکیانی")

۹۱ ابراہیم بن یحییٰ النقاش

ابواسحق المعروف بولد الزرقیال الاندلسی، رصد وکواکب، ہیئت افلاک، اور استنباط آلات نجومیہ میں اپنے وقت کا سب سے زیادہ صاحب بصیرت انسان،

اس کی ایک کتاب صفیحۃ الزرقیال ہے جو اس فن کے علما میں متداول و مشہور ہے

اسمیں حرکات فلکیہ کے متعلق تمام نادر باتیں اختصار کیساتھ جمع کی ہیں۔

جب یہ کتاب مشرق میں پہونچی تو یہاں اس فن کے ماہرین دیکھکر حیران رہ گئے اور بہت غور وخوض کے بعد یہ کتاب سمجھ میں آئی۔

اس نے رصد بھی تیار کی تھی اور اس رصد کی بنیاد پر لوگوں نے رصد تیار کی (القفطی: اخبار الحکما، طبع مصر ص۴۲)

(اض)

۹۲ ابراہیم

بن یزید بن شریک التیمی۔

(دیکھو "ابو اسماء ابراہیم تیمی")

(اض)

۹۳ ابراہیم بن طہمان

(دیکھو "ابوسعید الہروی ثم النیسابوری")

(اض)

۹۴ ابراہیم بن سعد

بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف،

(دیکھو "ابو اسحق المدنی")

(اض)

۹۵ ابراہیم بن محمد

بن حمزہ بن عمارۃ الاصبہانی۔

(دیکھو "ابو اسحق بن حمزہ")

(اض)

۹۶ ابراہیم بن سعید

الجوہری:

(دیکھو "ابو اسحق الطبری ثم البغدادی")

(اض)

۹۷ ابراہیم بن محمد

بن الحسن بن متویہ الاصبہانی یہ ابن قبرۃ الطیان، اور دابہ کے لفظ سے بھی مشہور رہیں۔

روایت حدیث، محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب، بشر بن معاذ العقدی، احمد بن منیع، ہشام بن خالد الازرق، عبد الجبار بن العلاء، محمد بن ہاشم البعلبکی اور اس طبقہ کے محدثین سے کرتے ہیں۔

انہوں نے بہت طویل سفر کیا تھا نہایت پرہیزگار اور عابد تھے ہمیشہ روزہ رکھتے تھے حفظ حدیث کے ساتھ اسمیں درایت بھی رکھتے تھے۔

ان کے تلامذۂ حدیث میں ابو علی بن ہارون، طبرانی، ابو احمد الغسال، ابو الشیخ، ابن المقری ہیں۔ ابن المقری کہتے ہیں کہ ابراہیم بن محمد ہمارے سب سے پہلے شیخ ہیں جن سے میں نے حدیث لکھی۔

ابوالشیخ کا بیان ہے کہ ابراہیم بن محمد صدق و
سچائی کے منبع و معدن تھے۔ جمادی الآخرۃ
سنہ ۳۰۲ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم بن محمد بن الحسن الاصبہانی۔
ابن متویہ کے علاوہ ایک دوسرے شیخ ہیں۔
(ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ج ۲ ص ۲۴۰،۲۴۰)

(اض)

۹۸ ابراہیم ابومسعود
بن محمد بن عبید الدمشقی

حافظ حدیث، کتاب الاطراف کے
مصنف، اس علم میں بہت کمال حاصل
کیا تھا۔

محمد بن عبداللہ السقاء وغیرہ سے
واسط میں حدیث سنی، اور اصحاب
مطیں سے کوفہ میں، اور ابوبکر القبان[۱]
اور ان کے طبقہ والوں سے اصبہان میں
اور اصحاب ابی خلیفۃ الجمحی سے بصرہ میں
اور اصحاب خزیمہ سے نیشاپور میں،
اور ابوبکر بن عبدان الشیرازی سے
بھی حدیث سنی تھی۔

خطیب کہتے ہیں: کہ ابراہیم نے
بہت سفر کیا تھا۔

صادق الروایۃ، فہیم، دیندار، اور پرہیزگار
تھے۔

ابراہیم بن محمد کے تلامذہ میں:

ابوذر الہروی، حمزۃ السہمی، احمد بن محمد
العتیقی، ابوالقاسم اللالکائی اور دوسرے
لوگ ہیں۔

چونکہ ابراہیم ایام کہولت میں انتقال کر گئے
تھے اس لئے حدیثیں کم روایت کیں۔

احادیث معللہ کے متعلق ان کا ایک رسالہ
ذہبی کو ملا تھا، ذہبی لکھتے ہیں کہ اس سے ان کے
حفظ وتنقید کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے، رجب
سنہ ۴۰۰ھ میں انتقال کیا، اور بیان کیا جاتا
ہے کہ ان کی وفات سنہ ۴۰۱ھ میں ہوئی جیسا کہ
عتیقی نے بیان کیا ہے۔
(ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۲۶۹ — طبع حیدرآباد دکن)

(اض)

۹۹ ابراہیم بن عبداللہ

بن مسلم بن ماعز البصری صاحب کتاب
السنن؛ (دیکھو ابومسلم الکجی)
(اض)

۱۰۰ ابراہیم بن اورمہ

الحافظ البارع ابواسحاق الاصبہانی:

---

[۱] القبان۔

یہ محمد بن بکار، صالح بن حاتم بن وردان، عاصم بن النظر، عمرو بن علی الفلاس، اور اس طبقہ کے محدثین سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان کے تلامذۂ حدیث میں، ابوبکر بن ابی الدنیا، محمد بن یحییٰ بن مندہ، ابوبکر الباغندی اور ان کے علاوہ ایک جماعت محدثین ہے۔

حافظ ابونعیم فرماتے ہیں کہ معرفت و حفظ حدیث میں ابراہیم اپنے ہم عصروں پر فائق ہیں۔ دارقطنی نے ان کو ثقہ حافظ اور جید الرای کہا ہے ۲۶۶ھ کے آخر میں وفات پائی۔

(ذہبی تذکرۃ الحفاظ۔ طبع حیدرآباد ۔۔۔ جلد ۲، ص ۲۰۳۔)

(ا ض)

۱۰۱۔ ابراہیم بن عبداللہ

ابواسحق الہروی:

نزیل بغداد، بہت بڑے حافظ حدیث راوی صادق، اور زاہد و عابد تھے۔ بہت روزہ رکھتے تھے اسمٰعیل بن جعفر، عبدالرحمٰن بن ابی الزناد، ہشیم، اور دراوردی اور اسی طبقہ والوں سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان کے تلامذۂ حدیث میں ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، فریابی، ابویعلی اور بہت سے محدثین ہیں ان کی وفات رمضان المبارک ۲۴۴ھ میں ہوئی۔

(ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۶۸) طبع حیدرآباد۔ (ا ض)

۱۰۲ ابراہیم بن المنذر

ابواسحق المدینی۔

امام حدیث اور راوی ثقہ، سفیان بن عیینہ، ولید بن مسلم، معن بن عیسیٰ، ابن وہب، ابوحمزہ اور اس طبقہ کے محدثین سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان کے تلامذۂ حدیث میں بخاری، ابن ماجہ، بقی بن مخلد، محمد بن ابراہیم البوشنجی، مطین اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے امام مالکؒ کو دیکھا تھا اور ان سے ایک مسئلہ بھی دریافت کیا تھا۔

ان کی وفات محرم الحرام ۲۳۶ھ میں ہوئی (ذہبی تذکرۃ الحفاظ طبع حیدرآباد،

ج ۲، ص ۵۵) (اض)

۱۰۳- ابراہیم بن ابی طالب

محمد بن نوح بن عبد اللہ، ابو اسحق النیسابوری۔

(دیکھو ابو اسحق النیسابوری)

(اض)

۱۰۴- ابراہیم الدانی

ابو اسحق:

فن طب کا بہت بڑا ماہر، اصل میں بجایہ کا رہنے والا تھا لیکن پھر مراکش میں آکر مقیم ہوا اور یہاں شفاخانہ کا طبیب اور امین مقرر ہوا، المستنصر بن الناصر کے زمانے میں مراکش میں وفات پائی۔

(طبقات الاطبا، ابن ابی اصیبعہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۷۹۔) (اض)

۱۰۵- ابراہیم بن معقل

(دیکھو ابو اسحق النسفی) (اض)

۱۰۶- ابراہیم بن یوسف الرازی

(دیکھو ابو اسحق الرازی)

(اض)

۱۰۷- ابراہیم بن اسحٰق

النیسابوری الانماطی۔

(دیکھو "ابو اسحق الانماطی")

(اض)

۱۰۸- ابراہیم بن محمد

بن احمد بن ہارون السبتی، محدث مغرب۔ ان کی ولادت ۵۸۰ھ کے آخر میں ہوئی۔ حافظ حدیث اور بہت بڑے واعظ۔ سماعت حدیث ابو عبد اللہ التجیبی، ابو الحجاج بن الشیخ اور اسی طبقہ کے محدثین سے کی۔

اپنے وقت کے سب سے بڑے حافظ حدیث اور ماہر تاریخ و رجال، وجرح و تعدیل تھے ۶۶۳ھ میں وفات پائی۔

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مضمون ("ابو اسحق ابن الکماد")

(ذہبی: تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۵۰۔ طبع حیدرآباد) (اض)

۱۰۹- ابراہیم بن أغلب

(۱۴۲-۱۹۶ھ=۸۰۰-۸۱۲ء)

سلطنت اغالبہ کا مؤسس جو گویا ایک

مستقل حکومت تھی سلسلہ نسب یہ ہے ابراہیم بن اغلب بن سالم بن عقال تمیمی مروالروذ کا رہنے والا تھا

اس کے باپ نے ۱۴۸ھ میں ابن الاشعث کے جانے کے بعد افریقہ میں سلطنت کی، اور پھر حسن بن حرب کی شورش ۱۵۰ھ میں مارا گیا۔

اور ۱۷۹ھ ۷۹۵ء میں اپنے بیٹے ابراہیم کو زاب کی سلطنت عطا کی جب ابن مقاتل کے غلط طرز عمل نے لوگوں میں شورش پھیلادی اور لوگوں نے اسکو (۱۸۳ھ سے ۷۹۹ء) میں نکالدیا تو ابراہیم بن اغلب افریقہ کا گورنر مقرر ہوا۔

جب نظام حکومت اپنی جگہ پر آگیا، تو ابراہیم نے ہارون رشید کے دربار میں اتنا تقرب حاصل کیا کہ خلیفہ نے اسکی تقرری ضروری سمجھی "ہرثمہ" کے مشورہ کے مطابق چالیس ہزار دینار خراج کے بدلے میں افریقہ کی گورنری عطا کی۔ [1]

اور مصر کا خراج جو افریقہ کو ہر سال ایک لاکھ دینار ادا کرتا تھا موقوف کیا گیا۔

۱۲ جمادی الآخرۃ ۱۸۴ھ (۹ جولائی ۸۰۰ء) میں یہ واقعہ پیش آیا۔

بلاد مغرب اور اندلس جس طرح دولت عباسیہ سے علحدہ ہوگئے، اسی طرح افریقیہ بھی علحدہ ہوگیا اور فوراً ہی مصر نے بھی یہی راہ اختیار کی۔ نئے امیر نے قیروان کی جگہ ایک نئی دارالحکومت "عباسیہ" کی بنیاد ڈالی (دیکھو مضمون "عباسیہ")

اس کے ایک سال بعد ابراہیم نے ۸۰۱ء میں شارلمان کے سفیروں کا استقبال کیا جو افریقیہ سے قیمتی تحفے لیکر لوٹے یہ ظاہر ہے کہ اس سفر کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں تھا بلکہ گمان غالب ہے کہ شارلمان، اندلس کے امویوں کے خلاف اپنا ایک حلیف بنانا چاہتا تھا۔

۱۸۶ھ (۸۰۲ء) میں ابراہیم نے تونس میں حمدیس قیسی کی شورش کو دفع کیا پھر ۱۸۹ھ (۸۰۵ء) میں طرابلس میں دوسری شورش اٹھی یہاں کے باشندوں نے اغلبی حاکم سفیان بن مضار کو نکال دیا قریب تھا کہ ۱۹۴ھ (۸۰۹ء) میں عضو عام کے بعد یہ شورش فرو ہو جاتی۔ لیکن اسی درمیان میں اس سے زیادہ خطرناک

---

[1] ابراہیم بن اغلب نے گویا مستقل حکومت قائم کرلی تھی صرف خراج دیتا تھا اور بنی عباس کا خطبہ پڑھا جاتا تھا ورنہ اور باتوں میں آزاد تھا۔ (مترجم)

شورش خود افریقیہ میں عمران بن مجالد الربیع (بقول ذہبی بجائے مجالد" مخلد" عمران بن مخلد' دیکھو فگنان[1] ؛ کامل ابن اثیر ص ۱۵۸ تعلیق نمبر ا ص ۱۷۳) اور قریش بن تونسی کی قیادت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

ابراہیم دارالسلطنت "عباسیہ" میں کامل ایک سال تک محصور رہا اور اس عظیم الشان شورش کو مال و دولت دیکر فرو کیا۔

عمران بن مجالد: زاب میں ٹھہرا رہا جہاں اپنی زندگی ابراہیم کی موت تک سکون کے ساتھ بسر کی۔ پھر طرابلس میں ایک نئی شورش (۱۹۶ھ = ۸۱۱ء) میں اٹھی جسمیں ہوارہ خارجی نے شہر کو لوٹ لیا ابراہیم نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو ایک فوج کا افسر بنا کر بھیجا جب اسکو ابتدائی فتح حاصل ہونے لگی اسیوقت تاہرت (تاقدمت) سے آنیوالے خوارج سے جنگ کرنی پڑی یہ لوگ رستمی عبدالوہاب بن عبدالرحمن (دیکھو یہ مضمون) کی سرکردگی میں آئے تھے۔ ان لوگوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا تھا لیکن جنگ اسوقت تک جاری نہ ہوئی جبتک کہ قیروان میں ابراہیم کی موت کی خبر ۲۱ شوال ۱۹۶ھ (۵ جولائی ۸۱۲ء) کو نہ پہونچی۔ چونکہ عبداللہ کو اپنے باپ ابراہیم کی جگہ حکومت کرنیکی فکر لگی ہوئی تھی اس لیئے اس نے عبدالوہاب کیساتھ صلح کرلی شہر طرابلس کے علاوہ علاقہ جات طرابلس اس کے حوالہ کیئے اور دو مقامات قسطیلیہ اور جربة بھی حوالہ کر دیئے۔

مآخذ

(۱) بلاذری: فتوح البلدان (طبع دی گوئے DE GOEJE) ص ۲۳۳ — ۲۳۴ —

(۲) کتاب العیون، ایک غیر معروف مؤلف کی تالیف جسکو DE GOEJE اور JONG نے FRAGMENTA HISTORICORUM ARABICORUM — میں شائع کیا ہے ص ۳۰۲ — اور اسکے بعد

(۳) ابن اثیر: الکامل (طبع ٹورنبرگ) ج ۶، ص ۹۶، ۱۰۶ — ۱۰۸، ۱۱۳، ۱۳۲، ۱۶۳، ۱۸۷، اور اسکے بعد

(۴) ابن عذاری: تاریخ افریقیہ الاندلس (طبع دوزی) ج ۱ ص ۸۱ — ۸۴، ۸۶، فگنان کے ترجمہ میں ج ۱، ص ۱۰۸، — ۱۱۶ —

(1) FAGNAN

(۵) ابوالمحاسن: النجوم ج ۱، ص ۴۸۸،
۵۱۱، ۵۲۸ ؁

(۶) ابن خلدون: کتاب العبر ج ۶،
ص ۱۱۲ —

(۷) ابن خلدون: تاریخ بربر، ترجمہ
ڈی سلین ج ۱، ص ۲۲۵ —

(۸) ابن خلدون: تاریخ افریقیہ وصقلیہ
(ترجمہ وطبع DESVERGERS
پیرس ۱۸۴۱) ص ۱۳۱، ۳۳، ۳۶؁ —
اصل ہیں، ص ۸۱، ۸۳، ۹۴ ترجمہ ہیں

(۹) دیکھو نویری جو ابن خلدون تاریخ
افریقیہ وصقلیہ کے فرانسیسی ترجمہ جزو اول
کے ذیل ہیں ملحق ہے ص ۳۹۷ — ۴۰۳،

(۱۰) ابوزکریا یحیی بن ابوبکر: السیرۃ واخبار
الأئمۃ (فرانسیسی زبان ہیں اس کا ترجمہ
MASQUERAY نے
جزائر ہیں کیا ہے ۱۸۷۹ء،
(CHRONIQUE
ص ۱۲۱ — ۱۲۶ — ترجمہ ہیں

(۱۱) الشماخی: کتاب السیر (قاہرہ ہیں
چھپی ہے تاریخ طباعت مذکور نہیں۔
ص ۱۵۹ — ۳۴۱ —

(۱۲) ابن ابی دینار: المؤنس (تونس
۱۲۸۶ھ ص ۴۷ —

(۱۳) FAGNAN:
ANNALES DUMAGHRE
BETDEL' ESPAGNE
(ترجمہ) ص ۱۴۹–۱۵۶ — ۱۶۰ — ۱۶۲ —
۱۶۷ — اور اس کے بعد ص ۱۷۳ —
۱۷۵ — اور اس کے بعد۔

(۱۴) EGINHARD:
ANNALES FRANCO-RUM,
AD ANN. 801 ——

(۱۵) REINAUD:
INVA SOINS DES SARRA
ZINSEN FRANCE ——
(طبع پیرس ۱۸۳۶ء) ص ۱۱۷ —

(۱۶) FOURNEL:
LES BERBERES —
ج ۱، ص ۴۰۷ — ۴۱۱ — ۴۱۵ —
۴۵۰ — ۴۵۳ — ۴۵۸ — ۴۶۰،
۴۶۷ — ۴۷۰ —
(RENE BASSET — رینی باسٹ)

۱۱۰ ابراہیم بن خالد
(دیکھو "ابو ثور")

۱۱۱ - ابراہیم بن عبداللہ

یہ حضرت علیؓ کے سب سے بڑے پوتے، عبداللہ بن حسن (ملاحظہ ہو یہ مضمون) کے بیٹے ہیں، اپنے بھائی محمد[1] (ملاحظہ ہو یہ مضمون) کیساتھ ان کی تربیت ہوئی خیال تھا کہ یہ ایک دن خلیفہ ہوں گے یہ دونوں بھائی عباسیوں کو اپنے حق خلافت کا غاصب سمجھتے تھے۔

ابو جعفر منصور نے سلطنت بنو امیہ کے سقوط سے پہلے محمد کے سامنے خلافت پیش کر کے ایک صحیح راہ اختیار کی تھی[2]

اسی سبب سے یہ دونوں بھائی خلافت کیلئے زبردست خطرہ تھے اور ابو جعفر ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا اس نے اسوقت تک خلافت قائم نہیں کی جب تک کہ اپنی فوجوں کو ان دونوں کی تلاش میں نہ بھیج دیا، یہ دونوں خوف کیوجہ سے اور آنیوالے خطرات سے بچنے کیلئے لوگوں سے چھپے پھرتے تھے، آخر میں اپنی دعوت کیغرض سے محمد مدینہ گئے اور ابراہیم بصرہ کیطرف روانہ ہو گئے۔ لیکن موافق حالات کے قبل ہی محمد نے یکم رمضان ۱۴۵ھ (نومبر ۷۶۲ء) باہر بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا اور اس مقصد کی کامیابی میں شک کی وجہ سے اپنے بھائی کو بھی مجبور کیا کہ وہ بصرہ میں یہی طریقہ اختیار کرے، ابراہیم کا مرکزی مقام مضبوط و مستحکم نہیں تھا کیونکہ عراق والے علی کیساتھ تھے ابو جعفر اسوقت کوفہ میں مقیم تھا اس لئے ایک بڑا لشکر مدینہ اور دوسرے اطراف میں بھیجا ادھر ابراہیم نے بیت المال پر قبضہ کر لیا اور پھر ایک فوج تیار کر کے اہواز، فارس، اور واسط پر قابض ہو گئے۔ لیکن جلد ہی ان کے بھائی محمد کے مدینہ میں ۱۴ - رمضان ۱۴۵ھ (۶ دسمبر ۷۶۲ء) کو

---

[1] المعروف بہ نفس ذکیہ، ان کے پاکیزہ خصلت کے سبب یہ لقب پڑا تھا۔ (مترجم)

[2] مروان کے زمانۂ سلطنت میں بہت سے لوگوں نے جنہیں سفاح اور منصور بھی تھا، ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، سفاح جب تخت خلافت پر بیٹھا تو محمد اسکی احسانمندی کیوجہ سے خاموش رہے۔ جب سفاح کے بعد اس کا بھائی منصور خلافت پر بیٹھا تو وہ چونکہ ان دونوں بھائیوں کے پورے حالات سے واقف تھا اسوجہ سے ان دونوں سے ہمیشہ خطرہ محسوس کرتا رہتا تھا۔ (مترجم)

قتل کی خبران کے پاس پہونچی [1]
پھراس کے بعد خلیفہ نے اپنے سپہ سالار
عیسیٰ بن موسیٰ کو مدینہ سے عراق روانہ کیا
ابراہیم بصرہ سے کوفہ جا رہے تھے ۱۵۔
ذی قعدہ (۴ فروری ۷۶۳ء) کو
باخمرا میں جو جنوبی کوفہ میں واقع ہے عیسیٰ
سے مقابلہ ہوا پہلے تو ابراہیم کی فوجوں
کو فتح حاصل ہوئی لیکن فوراً ہی جنگ کا
پانسہ پلٹ گیا ابراہیم کو ایک تیر لگی اور
ان کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیجدیا گیا
اسوقت ابراہیم کی عمر ۴۸ برس کی تھی۔
ان کی زندگی شورشوں کی بنیاد ڈالنے سے
زیادہ، اُلٹا کچھ، اور خود رائی سے زیادہ
قریب تھی۔ باوجودیکہ وہ خاندان کے
دوسرے معظم افراد کیطرح بہادر اور
شجاع تھے مگر اپنی ہی رائے پر چلا کرتے تھے
اچھے مشوروں سے اعراض کرنا، اور بغیر
غور و خوض کے ہلاکت انگیز راہوں کو
اختیار کرنا علویوں سے وراثت پائی
تھی۔

ماخذ

(۱) طبری (طبع DE GOEJE)
ج ۳، ص ۳۴۳ا۔ اور اس کے بعد،
۲۸۲۔ ۳۱۹۔ ۳۱۶۔ ۳۳۲۔ ۵۔
(۲) مسعودی: مروج الذہب (طبع
(BARBIER DE MEYNARD
ج ۴ ص ۱۹۰۔ ۲۰۲۔
(۳) ابن اثیر: کامل (طبع ٹورنبرگ)
ج ۵، ص ۳۹۰۔ ۳۹۸ تا ۴۰۸،
۴۲۰۔ ۴۲۸۔ ۴۳۷۔
(۴) FRAGM. HISTOR. ARABIC.
(طبع DE GOEJE) ص ۲۱۰، ۲۵۶،
(۵) NOLDEKE:
ORIENTALISCHE SKIZZEN
ص ۱۳۱۔ ۱۴۳۔
(اف آر بوہل۔ (FR. BUHL.

---

[1] عیسیٰ بن موسیٰ نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا۔ محمد نے تاب مقابلہ نہ دیکھکر پیغام اطاعت بھیجا لیکن عیسیٰ نے کوئی جواب نہ دیا مجبور ہوکر یہ اپنے تین چار سو جان نثاروں کیساتھ مقابلہ کیلئے نکلے اور شہید ہوئے ان کا سر کاٹکر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ (مترجم)

۱۱۲ ابراہیم بن علی

(دیکھو "الشیرازی")

۱۱۳ ابراہیم

بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس: "سفاح" اور "منصور" جو یکے بعد دیگرے سلطنت عباسیہ کے خلیفہ ہوتے گئے، ابراہیم کے بھائی تھے ابراہیم سنہ ۸۲ھ (۷۰۱ — ۷۰۲ء) میں پیدا ہوا اس کا باپ محمد جس نے مشہور روایت کے مطابق ذی قعدہ سنہ ۱۲۵ھ مطابق اگست سنہ ۷۴۳ء میں وفات پائی، "پوشیدہ دعوت عباسیہ کا موسس تھا" اس نے اپنی زندگی ہی میں امامت عباسیہ میں اپنے کچھ حقوق محفوظ کرنیکے بعد ابراہیم کو اپنا نائب مقرر کیا۔

باپ کے مرنیکے بعد دوسرے سال ابراہیم نے "بکیر بن ماہان" (دیکھو یہ مضمون) کو "مرو" بھیجا، جس نے خراسانیوں کو محمد کی وفات، اور ابراہیم کے قائم مقام ہونیکی خبر دی سنہ ۱۲۷ھ (۷۴۴ — ۷۴۵ء) میں "بکیر" کے مرنے کے بعد اس کی جگہ پر "ابو سلمہ خلال" (دیکھو یہ مضمون) کو عباسیوں کا داعی مقرر کیا گیا۔ جس وقت شہر کوفہ عباسیوں کی پوشیدہ دعوتوں کا مرکز خصوصی تھا اسوقت ابراہیم اپنے باپ کیطرح شہر حمیمہ میں جو جنوبی بحر میت میں واقع ہے مقیم تھا۔

عباسی داعیوں کیلئے خراسان کی زمیں نہایت بارآور ثابت ہوئی سنہ ۱۲۸ھ (۷۴۵ — ۷۴۶ء) میں "ابو مسلم خراسانی" سلطنت عباسیہ کے پوشیدہ داعیوں کا خراسان میں سردار بنایا گیا۔ آخرکار آئندہ گرمی کے ایام میں ان داعیوں کی قدیم کوششیں جو شورش و بغاوت کیلئے جاری تھیں ظاہر ہونے لگیں یکم شوال سنہ ۱۲۹ھ (۱۵ جولائی سنہ ۷۴۷ء) کو پہلی مرتبہ سیقذنج میں عباسی رسوم ادا کیے گئے [1] اور اسی سال خلیفہ مروان ثانی نے ابراہیم کو گرفتار کرکے حران لایا ابراہیم یہیں رہا اور یہیں اس نے انتقال کیا،

---

[1] ابو مسلم نے سفیدنج میں قیام کرکے تمام بیعت کرنیوالوں کو طلب کیا جب سب جمع ہوگئے تو اس نے دو علم ظلل، اور سحاب جو امام وقت سے اسکو ملے تھے بطور رعایت الدعوت عباسیہ کھڑا کیا اور عباسی طریقہ کے مطابق سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا اور اسلحہ وغیرہ دیگر لڑائی کیلئے تیاری کیا۔ سبز لباس علوی شعار تھا۔ (مترجم)

بعض روایتوں کا بیان ہے کہ ابراہیم مروان کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

مآخذ

(۱) طبری، ج ۲، ج ۳، (دیکھو فہرست کتاب)

(۲) ابن الاثیر (مطبوعہ ٹورنبرگ) ج ۵، ص ۱۹۱ — اور اس کے بعد۔

(۳) یعقوبی: طبع کردہ ہوتسما ج ۲، ص ۳۹۳ — ۴۳۳ —

(۴) ابن الطقطقی: الفخری (مطبوعہ ڈیرنبرگ) ص ۱۸۶ — اور اس کے بعد —

(۵) شہرستانی: (طبع کیورٹن) ج ۱، ص ۱۱۴ — ۱۲۵ —
کتاب شہرستانی کے ترجمہ HAARBRUCKER: میں دیکھو ج ۱، ص ۱۷۳ — ۲۱۸ —

(۶) VAN VLOTEN: DEOPKOMSTAER ABBASIDEN ص ۶۸ — اور اسکے بعد

(۷) WELHAUSEN: DAS ARABISCHE REICH ص ۳۱۲ — اور اس کے بعد۔

(کے۔ وی۔ تسترشٹین۔
(K.V.ZETTERSTEEN—

۱۱۴ ابراہیم

بن مسعود: بارہواں غزنوی بادشاہ (دیکھو "الغزنویون")

۱۱۵ ابراہیم

بن مہدی عباسی: ۱۶۲ھ (جولائی ۷۷۹ء) کے آخر میں پیدا ہوا، خلیفہ محمد مہدی کا لڑکا تھا، اسکی ماں کا نام شکلہ تھا حبشہ کی رہنے والی تھی۔

مامون رشید نے دوم رمضان ۲۰۱ھ (۲۴ مارچ ۸۶۷ء) میں بزمانہ قیام مرو جب امام علی رضا کو ولیعہد سلطنت مقرر کیا تو عباسیوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا۔ آخر ذی الحجہ[1] (جولائی ۸۱۷ء) میں عباسیوں نے مامون رشید کے چچا ابراہیم کو ولیعہد سلطنت بنایا" اور "مبارک" لقب دیا۔

---

[1] ۲۵ ذی الحجہ ۲۰۱ھ روز سہ شنبہ (جولائی ۸۱۷ء) کو خاص آل عباس نے خفیہ بیعت کی تھی اور پھر یکم محرم ۲۰۲ھ کو عام طور سے اہل بغداد نے بیعت کی۔ (مترجم)

اور ۵ محرم ۲۰۲ھ (۲۴ جولائی ۸۱۷ء) کو مسجدوں میں اس کا اعلان ایک خاص قسم سے کیا۔

اس کی حکومت زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی، کیونکہ یہ فوجیوں کی بخشش دینے سے مجبور رہا، فوج نے شورش برپا کردی، جب نظام سلطنت فوجیوں کے ہاتھ میں چلا گیا، تو اسوقت دو مقامات: حیرہ، اور کوفہ، اس کے قبضہ میں تھے، لیکن ۲۶ رجب مطابق ۷ فروری ۸۱۸ء کو بمقام واسط اسکے دونوں سپہ سالار، سعید بن ساجور، اور عیسیٰ بن محمد، حاکم حسن بن سہل کے مقابلے میں شکست کھا گئے یہاں تک کہ وہ بغداد میں پناہ لینے پر مجبور ہوا عیسیٰ جلد ہی، کھلم کھلا دشمنوں سے مل گیا۔ اور باقی سپہ سالاران فوج، پوشیدہ پوشیدہ مامون کے، طرف دار تھے۔

مامون جب خراسان سے لوٹا تو ابراہیم ثابت قدم نہ رہ سکا۔ اور مجبوراً نصف ذی الحجہ ۲۰۳ھ (جولائی ۸۱۹ء) میں اپنی سلطنت کی کوششوں سے رک گیا[۱]

۱۵ صفر ۲۰۴ھ (۱۱ اگست ۸۱۹ء) کو مامون رشید بغداد پہونچا۔ اسوقت سے ابراہیم نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ۲۱۰ھ (۸۲۵ – ۸۲۶ء) میں مامون رشید نے اسکو گرفتار کرلیا لیکن پھر چند ہی دنوں کے بعد چھوڑ دیا۔ رمضان ۲۲۴ھ (جولائی ۸۳۹ء) کو شہر "سر من رائے" میں وفات پائی۔

اس کو سلطنت کی صلاحیت نہیں تھی لیکن پھر بھی ذوق سلیم رکھتا تھا اور گانے بجانے میں خاص اہتمام کرتا تھا۔

مآخذ

(۱) طبری، ج ۳ ملاحظہ ہو فہرست

(۲) ابن اثیر: الکامل، (طبع ٹورنبرگ) ج ۴ ص ۲۳۰ – ۴۶۳ –

(۳) یعقوبی (طبع ہوتسما) HOUTSMA ج ۲، ص ۵۴۷ – ۵۵۸ –

---

[۱] ۱۷ ذی الحجہ بدھ کی رات اسکی مدت سلطنت کی آخری رات تھی جسمیں لباس بدلکر روپوش ہوگیا کل ایک برس گیارہ مہینہ بارہ دن اسکی سلطنت رہی۔ (مترجم)

(۴) مسعودی: مروج الذہب (طبع پیرس)
ج ۶، ج ۷، اور دوسری جگہوں میں
(۵) اغانی، ملاحظہ ہو فہرس
(۶) ابن خلکان طبع WUSTENFELD
نمبر ۸ (ترجمہ DE SLANE
ج ۱ ص ۱۶ — اور اس کے بعد —
(۷) ابوالمحاسن: النجوم الزاہرۃ ج ۱،
ص ۵۷۸ — اور اس کے بعد۔
(۸) ابوالفداء: تاریخ (قاہرہ ۱۳۲۳ھ)
ج ۲، ص ۲۳، ۲۸ — ۳۰ —
(۹) DE GOEJE:
FRAGM. HISTOR ARABIC.
ج ۵ دیکھو الفہرس —
(۱۰) ابن خلدون: العبر، ج ۳،
ص ۲۴۷ — اور اس کے بعد
(۱۱) اتلیدی: اعلام الناس (قاہرہ
۱۲۹۷ھ) ص ۱۴۴ — ۱۴۸ —
(۱۲) BARBIER DE MEY
NARD: I. BRAHIM FILS
DE MAHDI — پیرس ۱۸۶۹
(۱۳) HUMBERT:
ARABICA ANALECTA
INEDITA —
(پیرس ۱۸۳۸ء) ص ۶۰ — ۷۲ —

(۱۴) WEIL:
GESCH.D.CHALIFEN
ج ۲، ص ۲۱۹ — اور اسکے بعد۔
(۱۵) MULLER:
DER ISLAM.IM MORGEN
UND ABENDLAND —
ج ۱، ص ۵۰۴ — اور اس کے بعد۔
(۱۶) MUIR:
THE CALIPHATE, ITS RI
SE, DECLINE AND FALL
(طبع سوم) ص ۴۹۵ — ۲ —
اور اس کے بعد۔
(۱۷) CHAUVIN:
BIBLIOGR DES OUVRA
GES ARABES
ج ۶، ص ۵۴ — ۵۵ —
(طبع لیبج ۱۹۰۲ء)
(کے. وی تشترشٹین۔
(K.V.ZETTERSTEEN —

۱۱۶ ابراہیم بن ہلال
(دیکھو "الصابی")

۱۱۷ ابراہیم پاشا

محمد علی کا سب سے بڑا بیٹا[1]، یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مصر کا والی تھا اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوا اور بعض مورخین اس کی ولادت ۱۷۸۶ء میں بتلاتے ہیں۔

محمد علی (ملاحظہ ہو مضمون "خدیو") کے وقت میں مصر کی تاریخ میں اسکی بہت اہم شخصیت تھی۔ اس کا لقب "محمد علی کا "جنگی ہاتھ" پڑ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد علی کی سیاسی کامیابیاں، ابراہیم پاشا ہی کے جنگی کارناموں کی رہین منت ہیں۔

مصر میں محمد علی کی مرکزیت جب کچھ مستحکم ہو گئی تو ۱۸۰۵ء میں اپنے دونوں بیٹوں ابراہیم اور طوسون کو بلا بھیجا اور ۱۸۰۹ء میں اپنی بیوی اور چھوٹے بچوں اسمعیل اور اس کے دونوں بھائیوں کو بھی بلا لیا۔

۱۸۰۶ء میں محمد علی نے اپنے بیٹے ابراہیم کو مطابق وعدہ، کپتان کے ساتھ قسطنطنیہ، بطور امانتی رہین (یرغمال) بھیجا۔

[1] محمد علی خدیو مصر۔ (مترجم)

جب ۱۸۰۷ء میں انگریزی جنگی بیڑے نے اسکندریہ کو چھوڑ دیا تو باب عالی نے ابراہیم پاشا کو اس کے باپ کے پاس بھیجدیا ۱۸۱۰ء میں ابراہیم کو سٹلنٹ جنرل بنایا گیا ۱۸۱۱ء میں سرداران ممالیک کے واقعۂ ذبح کے بعد محمد علی نے اسکو تحصیل مالگذاری کے لئے "صعید" بھیجا اس نے جماعت ممالیک کو ملک سے نکال دیا اور بدویوں کی قوتوں کو بھی توڑ دیا اس کے بعد شہر میں امن اور اطمینان ہو گیا لیکن اس نے تحصیل خراج میں سختی برتی۔

جبرتی نے اپنی کتاب میں حوادث ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ء) کے ختم پر اسکی وصول مالگذاری کے خوفناک واقعات بیان کئے ہیں۔ ۱۸۱۶ء تک ابراہیم جنوبی علاقے میں حکومت کرتا رہا۔

اسی زمانہ میں اسکے باپ کی خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے باب عالی سے اسکو "پاشا" کا خطاب عطا ہوا۔

(منجن جلد ۲، ص ۴۸) ۱۸۱۶ء میں محمد علی نے نجدیوں کی جنگ کے قطعی فیصلہ کیلئے اسکو بلاد عرب کیطرف روانہ کیا۔

جہاں نجدیوں سے اس کا بھائی،

طوسون پاشا ۱۸۱۱ء سے ۱۸۱۳ء تک
لڑتا رہا تھا اور پھر ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۵ء تک
خود محمد علی جنگ کرتا رہا تھا۔ تین برس
تک نہایت ہی سخت جنگ کے بعد نجدیوں
کو شکست فاش ہوئی، اور نجدیوں کے
دار السلطنت "درعیہ" کو برباد کر دیا۔
(ملاحظہ ہو مضمون "درعیہ") عبداللہ بن
سعود اور اس کے اقارب گرفتار کر کے
مصر بھیجے گئے۔

(ملاحظہ ہو مضمون "ابن سعود" عبداللہ)
دسمبر ۱۸۱۹ء میں ابراہیم پاشا فتح یاب ہو کر
قاہرہ لوٹا۔ پھر چند دنوں بعد سلطان نے
جدہ کا گورنر مقرر کیا اس درمیان میں
محمد علی نے اپنے تیسرے بیٹے اسمعیل کو
سوڈان پر قبضہ جمانے کیلئے بھیجا۔ دراصل
اس حملہ سے اس کا مقصد سوڈان کے
سونے کی کانوں کو کھودنا تھا جو قدیم
زمانے سے مشہور ہیں۔

اور اس کے علاوہ غلاموں کا بہم پہنچانا
جو بعد میں نئی فوج کیلئے تیار کئے گئے۔

ابراہیم بھی جنگی سامانوں کیساتھ اپنے بھائی
کی مدد کیلئے سوڈان پہنچا اس کے ارادے
بہت ہی خطرناک تھے لیکن اس کو زخم معدہ
سے سخت اسہال لاحق ہو گیا اس لیے مجبور
ہو کر ۱۸۲۲ء کے اوائل میں اس کو قاہرہ
لوٹنا پڑا آئندہ سال کو لونیل سویف فرانسیسی
کیساتھ فوجیوں کی تربیت نظام جدید میں شریک
رہا یہ یورپین ماہر جنگ کولونیل سویف فرانسیسی
ابراہیم کا استاد خاص تھا جو بعد میں سلیمان پاشا
کے نام سے مشہور ہوا اور آئندہ جنگوں میں
ابراہیم کا دایاں بازو بن کر رہا۔

جب ۱۶ جنوری ۱۸۲۴ء کو محمد علی کے نام
جنگ مورہ کیلئے فرمان سلطانی صادر ہوا
تو اس نے اسی سال جولائی کے آخر میں اپنے
بیٹے ابراہیم کو ایک مضبوط فوج کا جو یورپ
کے طریق جنگ پر تربیت یافتہ، اور زبردست
جنگی ساز و سامان سے مسلح تھی، سپہ سالار
بنا کر بھیجا۔ یہ ناوارین پر قابض ہو گیا اور
پھر ٹریپولی میں داخل ہوا اسوجہ سے مورہ
کی حیثیت قبضہ سلطانی کے لحاظ سے ایک
جزیرہ کیطرح ہو گئی۔ فروری، مارچ، اپریل،
۱۸۲۶ء میں میسلونجی کے حصار و فتح میں
مشغول رہا جب باب عالی اور محمد علی نے دول عظمی
کی وساطت چھوڑ دی تو اسی وقت اکتوبر
۱۸۲۷ء میں ناوارین کی بحری جنگ
پیش آئی اور اسی میں حلفاء (انگلینڈ، فرانس،
اور روس) کے بحری بیڑوں نے مصری
ترکی بیڑے کے ایک بہت بڑے حصہ کو تباہ کر دیا

انگریزی امیر البحر کوڈرنجٹون "اسکندریہ کے سمندر میں داخل ہو گیا اس لئے مجبوراً محمد علی کو اپنے بیٹے اور مصری فوج کو بلانا پڑا ابراہیم پاشا ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۲۸ء کو اسکندریہ پہونچا۔

۱۸۳۱ء میں اپنے بیٹے ابراہیم کو حملۂ شام کی قیادت کیلئے مقرر کیا یہ یکم نومبر کو اپنی فوجوں کیساتھ فلسطین وارد ہوا اور ۲۷ مئی ۱۸۳۲ء میں چھ مہینہ کے حصار کے بعد عکا پر قابض ہوا اس سے پہلے والی طرابلس وحلب پر جنوبی حمص میں اسے فتح حاصل ہو چکی تھی جنوبی حمص پر قبضہ کرنیکی وجہ سے شام اور ایشیائے کوچک کی ترکی فوجوں پر جس کا سپہ سالار محمد پاشا والیٔ حلب تھا (۸ - ۹ جولائی) غالب ہو گیا۔

اسکندرونہ کے قریب بیلان سے گزرتے ہوئے ۲۹ جولائی کو افواج ترکی کے قلب پر جس کی سپہ سالاری حسین پاشا کر رہا تھا غالب ہوا۔

اور ۲۱ دسمبر کو قونیہ میں جس ترکی فوج کی قیادت رشید پاشا کر رہا تھا اسکو بھی شکست دی یہ تمام فتح یابیاں، مصری فوج کی فوقیت، ابراہیم کی فطری قیادت اور اس کے اس سیاسی تجربہ کو ثابت کرتے ہیں جس نے شامیوں کو باوجود ترکی اثر و نفوذ، اور امیر بشیر لبنانی جیسے صاحب اقتدار کی کوششوں کے ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا ابراہیم ۳ مئی ۱۸۳۳ء کو بڑھتا ہوا کوتاہیہ تک پہونچ گیا۔ یہ فوجوں کی یورپین طرز پر تربیت کا نتیجہ تھا باب عالی اور محمد علی کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس میں محمد علی کو شام اور ادنہ ملا اور سلطان کی جانب سے ابراہیم کو محصل ادنہ کا لقب ملا محمد علی نے ان جدید ممالک کا انتظام ابراہیم کے سپرد کیا۔

یہ کام آسان نہیں تھا کیونکہ وہاں کے باشندوں کے طبائع مختلف تھے اگرچہ یہ لوگ متفقہ طور پر ترکی حکومت سے نفرت کرتے تھے لیکن پھر بھی ابراہیم کے نظام حکومت نے ان لوگوں کو مطمئن نہیں کیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ فتنہ و فساد کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن ابراہیم نے جنگی مدد سے ان فتنوں کا سد باب کیا۔

لیکن اس فوجی دباؤ سے پریشان ہو کر بہت سے ایشیائے کوچک اور ما بین النہرین کے شہروں کی طرف ہجرت کر گئے چار پایوں کو جنگی اغراض میں استعمال کرنیکی وجہ سے ملک کی زراعت اور تجارت کو بھی

سخت نقصان پہونچا غرض اس عظیم الشان جنگ سے تمام شہر برباد ہو گئے۔

۱۸۳۹ء میں جب ترکوں نے جنگ شروع کی تو اسمیں ترکی فوجوں پر جسکی قیادت حافظ پاشا کر رہا تھا نصیبین (غربی بیرہ جک) کے قریب ابراہیم پاشا کو زبردست فتح حاصل ہوئی۔ فوزی پاشا ترکی بیڑے کیساتھ محمد علی کیطرف بڑھا۔ لیکن دول یورپ کی مداخلت سے صورت حال بدل گئی، ان دول کی سیاسی گفت وشنید کے بعد ۱۵ جولائی ۱۸۴۰ء کو معاہدۂ لندن قرار پایا (اس معاہدہ کا نام "الحلف الرباعی" ہے) چونکہ محمد علی فرانسیسیوں کی معاونت چاہتا تھا اس لیے اس نے شام یہاں تک کہ عکا کا بھی تخلیہ کر دیا اور صرف مصر کی حکومت پر قانع ہو گیا۔ لیکن فرانس نے دست اعانت دراز نہیں کیا اور حلفا کے جنگی بیڑوں نے مصر اور شام کو گھیر لیا ابراہیم حلفا کی خشکی پر اتری ہوئی فوجوں اور باشندگان لبنان کے درمیان جو اس کے دشمن تھے، اور اس کے خلاف میں بھڑکائے گئے تھے سخت پریشانی میں پڑ گیا جب انگریزی امیر البحر نا پیر۔ NAPIER- عکا پر قابض ہو گیا تو اس نے اسکندریہ میں محمد علی کیساتھ گفت وشنید کی جس پر محمد علی ۲۲ نومبر ۱۸۴۰ء کو تخلیۂ شام پر تیار ہو گیا ۲۹ دسمبر کو ابراہیم پاشا اپنی فوجوں کیساتھ دمشق پہونچا، اور پھر غزہ کی راہ سے مصر لوٹا اور ساتھ ہی تھوڑی سی فوج سلیمان پاشا کی قیادت میں عقبہ کی راہ سے مصر روانہ کیا۔ اس کے بعد آئندہ سالوں میں ابراہیم پاشا مصر کے انتظامات میں مشغول رہا زراعت کے متعلق اس کی توجہ اور معلومات قابل تعریف ہیں۔

ابراہیم چند بار یورپ گیا، اور وہاں کے بعض شہروں کے چشموں کے پانی سے شفا پانی چاہی یورپ میں اس کا زبردست استقبال کیا گیا ۱۸۴۸ء کے اوائل میں جب یہ مالٹا میں تھا، اس کے باپ کے مواقع وحالات نے اسکو مصر آنے پر مجبور کیا اور اسی سال جولائی میں مصر کا حقیقی طور پر والی ہو گیا اور ستمبر میں رسمی طور پر قسطنطنیہ میں سلطان نے مصر کی حکومت عطا کی ۱۹ نومبر ۱۸۴۸ء کو ۶۰ برس کے سن میں ابراہیم نے وفات پائی اور مقبرۂ امام شافعی کے قریب، اپنے خاندانی گورستان میں مدفون ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اسکے بیٹے، احمد (المولود ۱۸۲۵ء)

اور اسمعیل (المولود ۱۸۲۷ء) جو بعد میں مصر کا خدیو ہو گیا اور مصطفے (المولود ۱۸۳۲ء) زندہ رہے۔ ابراہیم پاشا کی تصویر کتاب

HIST. DE LA GUERRE DE MEHEMED-ALI CONTRE LA PORTE OTTOMANE مصنفہ CADALVENE ET BARRAULT

میں موجود ہے۔

اس کے ذاتی حالات کلوٹ بک کی کتاب ج ۱، ص ۳۳۔ ب اور اس کے بعد۔ اور کتاب

A HISTORY OF THE EGYPTIAN REVOLUTION

مصنفہ PATON ج ۲ ص ۵۵ میں ملتے ہیں۔

ماخذ

(۱) جبرتی: عجائب الآثار فی تراجم الاخبار مطبوعہ بولاق ۱۲۹۰ھ، اور اسکے دیگر طبعات۔ اور اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں۔ ج ۸، ج ۹ مطبوعہ قاہرہ ۱۸۹۶ء (ابراہیم پاشا کے حالات ۱۸۲۰ء تک کے ہیں)

(۲) علی پاشا مبارک: الخطط التوفیقیہ ج ۱ ص ۶۵ – ۷۷۔

(۳) میخائیل شاروبیم بک: الکافی فی تاریخ مصر القدیم والحدیث مطبوعہ بولاق ۱۳۱۸ھ ج ۴۔

(۴) FELIX MENGIN: HISTOIRE DE L' EGYPTE SOUS LE GOUVERNEMENT DE MOHAMMED ALY OU RECIT DES EVENEMENTS POLITIQUES ET MILITAIRES QUI ONT EU LIEU DEPUIS LE DEPART DES FRANCAIS JUSQU' EN 1823 — یہ دو جلدوں میں ہے (پیرس ۱۸۲۳ء)

(۵) خود مولف HISTOIRE SOMMAIRE DE L' EGYPTE SOUS LE GOUVERNEMENT DE MOHAMMED ALY — (ان حوادث کے متعلق جو ۱۸۲۳ء و ۱۸۳۸ء کے درمیان واقع ہوئے۔) پیرس ۱۸۳۹ء۔

(۶) A. DE VAULABELLE:

HISTOIRE MODERNE
DEL'EGYPTE
(۱۸۰۱ء سے ۱۸۳۴ء تک)

HISTOIRE SCIENTIFIQUE
ET MILITAIRE DEL' EX
PEDITION FRANCAISE
EN EGYPTE
چ۹، ج۱۰، پیرس ۱۸۳۰ء و
۱۸۳۶ء -

DECADALVENE (۷)
ETE. BARRAULT
HISTOIRE DE LA GUERRE
DE MEHEMEDALI CONT-
RE LA PORTE OTTOMANE
(۱۸۳۱ء ـــ ۱۸۳۳ء)
پیرس ۱۸۳۷ء -

(۸) خود مؤلفین کی:
DEUX ANNEES DEL'
HISTOIRE D'ORIENT
(۱۸۳۹ء ـــ ۱۸۴۰ء)
پیرس ۱۸۴۰ء -

F. PERRIER: (۹)
LA SYRIE SOUS LE GOU
VERNEM ENT DE

MEHEMED -ALI JU
SQU'EN 1840
پیرس ۱۸۴۲ء -

CLOTBEY: (۱۰)
APERCU GENERAL SUR L'
EGYPTE ـــــ دو جزء
پیرس ۱۸۴۰ء

EDOUARD GOUIN: (۱۱)
L'EGYPTE AU XIX SIECLE.
HISTOIRE MILIT ET POLIT،
ANECD OTIQUE ET PITT
ORESQUE DE MEHEMET
ALI، IBRAHIM PACHA
SOLIMANPACHA -
پیرس ۱۸۴۷ء

MARCEL: (۱۲)
EGYPTE MODERNE
پیرس ۱۸۴۸ء ـ ص ۱ ـ ۳۲ ـ

PAUL MOURIEZ: (۱۳)
HISTOIRE DE MEHEMET
ALI, VICEROI D'EGYPTE.
چار اجزاء میں ـ پیرس ۱۸۵۵ء ـ
۱۸۵۸ء ـ

CH. AUG. MURRAY: (۱۴)

چند نئی کتابیں

مضامین محمد علی حصہ اوّل و دوم مولانا محمد علی کی سیاسی، مذہبی، ادبی اور اجتماعی زندگی کی سرگرمیوں کا نہایت دلآویز مرقع جس میں انکی شخصیت، وطن و ملت کے مسائل اور اجتماعی تحریکات کی شکل میں پیش کی گئی ہے۔ ہندوستان کے سب سے زیادہ ہنگامہ خیز دور کی تاریخ، اور خود مولانا کے گوہر بار قلم سے خود نوشت سوانح عمری بھی ہے اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ بھی۔

حصہ اوّل اس مجموعہ میں خود مولانا کی آپ بیتی، ملت کے مسائل، مسلمان اور متحدہ قومیت انگریزوں کی سیاست، مسلم یونیورسٹی ہندوستان کی مقتدر شخصیات، مسلمان اور آزادی، باشاہت اور جمہوریت جیسے اہم اور بنیادی مسائل پر بصیرت افروز مضامین ملیں گے۔ ہندی مسلمانوں کی گوناگون پہلو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا پڑھنا لازمی ہے۔ قیمت مجلد عہ۔

حصہ دوم یہ مجموعہ اس ہنگامہ خیز دور کی پوری تاریخ ہے جو ۱۸۵۷ء سے شروع ہوکر ۱۹۳۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ سرسید نے کانگریس کی مخالفت کس بنا پر کی؟ وہ مسلمانوں کو تمام سیاسی تحریکوں سے الگ رکھنے پر کیوں مصر تھے؟ اسلامی سیاست کا یہ مسلک وفاداری آخر میں کیا رنگ لایا؟ مسلم لیگ کا قیام کہاں اور کیسے عمل میں آیا؟ لیگ، انگریز دوستی کی روش سے ہٹ کر کیوں کانگریس سے ہم نوا ہونے پر مجبور ہوئی؟ اور پھر کس طرح دونوں کی راہیں الگ الگ ہوگئیں۔ قیمت مجلد عہ

جوہر عبدالحق نمبر ڈاکٹر عبدالحق صاحب سیکرٹری انجمن ترقی اردو کی ستّرویں سالگرہ کے موقع پر جامعہ ملیہ کے طلبا کی انجمن اتحاد کے آرگن رسالہ جوہر کا ادبی اردو نمبر شائع کیا ہے جس میں اردو زبان پر

سیرت فیروز شاہی

(بسلسلۂ اشاعت کتب نادرہ)

جدید پریس نے دو نہایت ہی عظیم الشان اور اہم علمی کام شروع کیا ہے:

ایک اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت۔ اور دوسرے کتب نادرہ کی اشاعت (تفصیلی معلومات کیلئے ایک رسالہ جس کا نام "اسلامی انسائیکلوپیڈیا و نوادر کتب کی اشاعت" ہے دفتر سے مفت منگوا کر دیکھنا چاہیئے۔)

اشاعت کتب نادرہ کے سلسلے میں سب سے پہلے "سیرت فیروز شاہی" شائع کی جائے گی، یہ کتاب سلطان فیروز شاہ کے عہد ۷۷۲ھ میں تالیف ہوئی ہے، اور تاریخ کا نادر ترین سرمایہ ہے۔ اس کا دنیا میں صرف ایک ہی نسخہ ہے جو کتب خانہ خدا بخش خان مرحوم پٹنہ میں موجود ہے۔

اسمیں اس مشہور اور عظیم الشان سنگیں منارہ کے متعلق پندرہ تصاویر بھی ہیں۔ جسے فیروز شاہ نے بڑی بڑی حکمتوں سے ایک جگہ سے اکھڑوا کر "فیروز آباد" میں نصب کرایا تھا، اور جو اب تک فیروز شاہ کے کوٹلہ (دہلی) میں موجود ہے۔ یہ اہم تاریخی کتاب عنقریب طبع ہوکر شائع ہوگی قیمت چار روپیہ (للعہ) مقرر کی گئی ہے۔ اصحاب علم اور شائقین جلد اپنی فرمائشیں دفتر میں روانہ فرمائیں۔ جن لوگوں کی فرمائشیں دسمبر سنہ ۴۲ء تک پہونچ جائینگی ان کو اس کتاب کا محصول ڈاک معاف کردیا جائے گا۔

پتہ :- جدید پریس، بیگم پور، پٹنہ سیٹی